

کا نئے سے کھوٹے تک کا سفر
ایٹھی سائنسدانوں نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا
(انجینئر خالد محمود کا خصوصی انترویو)

ایٹھی طاقت کا حصول
پاکستانی قوم کا قابل فخر کارنامہ



28 MAY

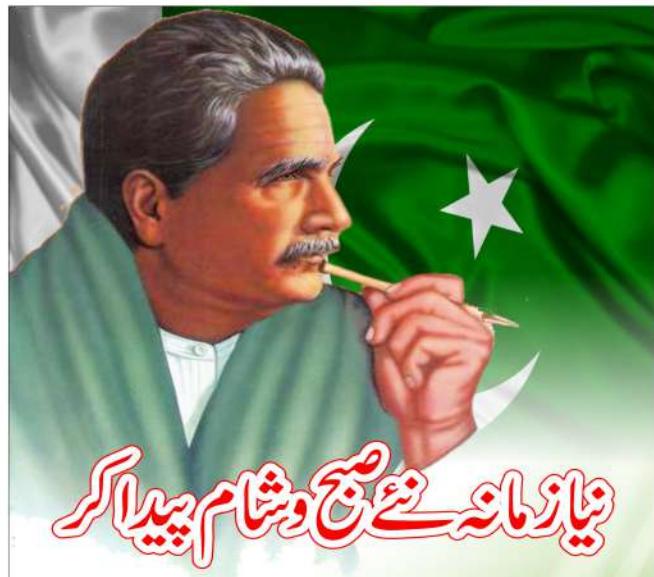
YOUTH DAY

THE DAY WHEN INDIA LOST ITS CARDS



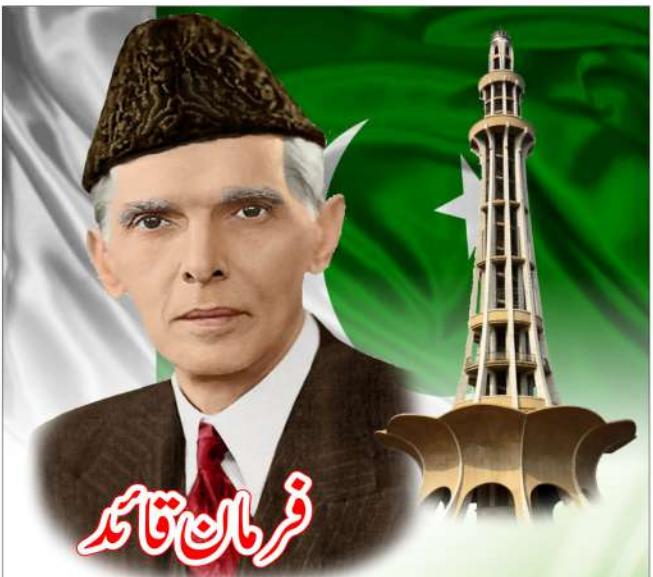
3 کروڑ
بے سکول بچوں
کی تعلیم ممکن ہے!

وزیر اعظم کے نام کھلا خط



نیاز مانع نئے صبح و شام پیدا کر

یہ اسلام ہی تھا جس نے بُنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی، نہ انفرادی نہ پرائیویٹ بلکہ خالصتاً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام امتیازات عالم بشریت کو متعدد منظم کرنا ہے۔
(حسین احمد مدینی کے جواب میں)



پاکستان کی حکومت کا سب سے پہلا کام یہ ہو گا کہ غریب لوگوں کا معیار زندگی بلند کرے اور زندگی سے شاد کام ہونے کا سامان بھم پہنچائے۔
(اجلاس مسلم لیگ، لاہول پور 18 نومبر 1942ء)

ہمارا دعویٰ ہے کہ وطن عزیز کی تعمیر صرف اور صرف علم کی بنیادوں پر آگے بڑھ سکتی ہے۔

جهالت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ غربت انسانی نشوونما میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جہالت اور غربت سرطان کی طرح اپنادارہ پھیلاتی ہیں اور بالآخر افراد کو بھی اپنی وبا میں مبتلا کر لے گی لوگوں کی حیات کو بھی بے کیف



**اصلاح فکر ایجوکیشنل اینڈ ولفیئر ٹرست (رجسٹریڈ)
پراجیکٹس**

ہمیلٹھ کیسر سرونس

نعم غنی سنٹر

سلطانہ فاؤنڈیشن

چیئرمیں: انجینئر عزیز غنی

ٹرست ممبران

- ★ ڈاکٹر نعیم غنی
- ★ انجینئر خالد محمود اختر
- ★ پروفیسر اے ڈی خان
- ★ حسن نعیم
- ★ ڈاکٹر نعیم نعیم
- ★ مسز صدیقہ نعیم
- ★ عبدالعزیز سڈل

اس شمارے میں

02	ڈاکٹر نعیم غنی	منتخب اداریہ
03	بیگ راج	ایڈیٹر کے قلم سے
05	انجینئر عزیز غنی	اڑھائی کروڑ بے سکول بچے
07	ڈاکٹر نعیم غنی	منتخب تجزیے
11	مخدود: بی بی اسی رپورٹ	محسن پاکستان یوم تکبیر
14	امید ڈیک	بجٹ 2021-22
15	شاف کے تاثرات	آپ کی عید کیسی گزری
25	پرویز جگوال	بھارت اور کرونا
30	ندیم احمد لطیف	اور وہ ایک ساتھ چل بے
34	ریحانہ اکبر	غربت کا خاتمه کیسے؟
36	میڈم غزالہ سرور	انٹر ویو
40	رفعت رشید	بچوں کے صفحات
43	قیصر ریاض	اخلاص
46	---	عطیات

گزشتہ 21 برس سے تعلیم و تربیت اور فکری میدان میں شائع ہونے والا میگزین



جن 21، 2021ء شمارہ نمبر 3 | مئی - جون 2021ء

فاؤنڈر پیٹرین :	ڈاکٹر نعیم غنی
چیف ایڈیٹر :	حسن نعیم غنی
ایڈیٹر :	بیگ راج
ڈپلائیڈٹر :	ندیم احمد لطیف
اسٹنٹ ایڈیٹر :	رفعت رشید
مرکلیشن انچارج :	نورین ظفر
پچ میکنگ :	ندیم احمد اعوان
گرافک ڈیزائنر :	نعمان پرویز
ایڈمن وکیرہ میں :	ناسک نذیر
آفس ہلپر :	محمد جاوید

ریسرچ ڈیپارٹمنٹ

میڈم غزالہ سرور

• محمد پرویز جگوال • قیصر ریاض • مسز ریحانہ اکبر

ایڈ والنزرز

میاں محمد جاوید : (سابق چیئرمیں پیرا)

ڈاکٹر انعام الرحمن : (اسکالر)

سلمان تنسیم : آئی ٹی ایکسپرٹ

خط و کتابت: ماہنامہ امید، نعیم غنی سنٹر، سلطانہ فاؤنڈیشن کمپلکس
فراش ٹاؤن، لہڑاڑ روڈ، اسلام آباد

فون: 6-2618201
P.O Box: 2700, Islamabad
Umeed@sultanafoundation.org
www.sultanafoundation.org

قیمت: 50 روپے





افکار
ڈاکٹر نعیم غنی

وطن عزیز کے عظیم لوگ

کیکر کے کانٹوں سے کھوٹہ تک کا سفر

وطن عزیز کو ابتداء میں وسائل اور انتظامی ڈھانچہ نہ ہونے کے برابر ملائیں باوجود اس کے قوتِ یقین اور امید کامل سے سمیت سفر اور رفتارِ سفر میں کوئی رخنه نہ آنے دیا گیا۔

تاریخ دن بیسیوں شکوئے گنواتے ہیں۔ رہنماؤں کی بعد عنوانیاں، انتظامیہ کی نامیاں، دانشوروں کی کم نظریاں، نظام حکومت میں دراندازیاں، عوام کے عکس کی بدنامیاں، حالات کی تلخیاں، دشمنوں کی ریشہ دو اندیشیاں لیکن باوجود اس کے آج وطن عزیز اور اس کے 17 کروڑ عظیم لوگ اپنے اردوگرد Hostile ملکوں کے سامنے ایک ابدی حقیقت کی طرح کھڑے ہیں۔ اس قوم نے کیکر کے کانٹوں سے دفتری کاغزوں کو جوڑنے سے شروع کر کے کھوٹہ تک جو ہری طاقت بن جانے کا حیران کر دینے والا سفر کا میاہی سے طے کر لیا۔

دنیا والو! ہر پاکستانی

یقینِ محکم عمل پیغم محبت فاتح عالم

کے نظریہ پر کاربند ہے اور اس کے اوزار

تبلیغیں اتحاد ایمان

ہیں اور اس کا پیغام دنیا کے ہر معاشرے کے لئے ہے۔

عدالت، امانت، شراکت، کفالت، کم سے کم مادی تقاضا اور ایک فضائے وحدت

پاکستانی قوم کو سفر کے ان اہداف تک پہنچنے میں دریسور ہو سکتی ہے کیونکہ عصر حاضر کے مقتدر سرمایہ داری نظام کی مسابقت اور انسان کی ذاتی ہوسی منفعت آج کی مقدار دنیا کے لئے کچھ مادی سہولتوں اور باقی دنیا کیلئے عدم تحفظ اور تشدد کے سوا، کچھ نہیں دے رہی۔

ڈاکٹر نعیم غنی صاحب کا یہ پیغام اکتوبر 2008ء ماہنامہ "امید" میں شائع ہوا

مئی - جون ایک سرسری جائزہ ایڈیٹر کے قلم سے

● یوم مزدور ہر سال کی طرح چند سرکاری بیانات اور رواستی تقریروں تک مددود رہا۔ قومی سطح پر کوئی لائچہ عمل اختیار نہ کیا جاسکا۔ اصلاح فکر و یلفیور ٹرست کے احباب فکر و عمل نے ہمیشہ مزدوریں کے حوالے سے قبل عمل منصوبے پیش کئے ہیں۔ بلکہ اپنے تعلیمی و تربیتی پراجیکٹ سلطانہ فاؤنڈیشن میں ہنرمندی سکھانے کیلئے ایک مکمل انسٹیٹیوٹ قائم کر رکھا ہے، جہاں سے ہر سال یینکڑوں بچے مختلف ہنسیکھ کر اپنے گھروں کا سہارا بنے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم کھڈے کھونے والے بے ہنر مزدور پیدا کرتے رہیں گے مزدور کے دن بد لیں گے نہ ہی بے روزگاروں کی فوج کم ہو سکے گی۔ ہمیں اپنے مزدوروں کو عالمی معیار کی تربیت دینا ہوگی۔

● اس سال کی عید قوم کیلئے بھجتی کا پیغام لے کر آئی۔ اگرچہ چاند نظر آنے کا فیصلہ بعض مذہبی حلقوں کے نزدیک متنازعہ تھا لیکن پورے پاکستان میں ایک ہی دن روز عید ہونا واقعی عید کی خوشیوں کو دو بالا کر گیا۔ امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ آنے والی عید میں بھی مذہبی ہم آہنگی اور ملی بھجتی کا نمونہ ثابت ہوں گی۔

● 28 مئی کو یوم تکبیر تھا۔ ایٹھی طاقت بن جانے کا احساس کوئی معمولی احساس نہیں۔ سو شل میڈیا پر "محسن پاکستان" جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے حوالے سے قوم نے جس طرح محبت بھرے جذبات کو دھرا یا اس سے ہمارے زندہ قوم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر نعیم غنی جنت نصیب کے ساتھ ایٹھی سامنہ دان ڈاکٹر اے کیو خان کا خاص احترام کا رشتہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹر قدیر خان نے اپنے دست مبارک سے ایک تقریب میں لاٹ اچیومنٹ ایوارڈ بھی دیا تھا۔ 28 مئی کو قومی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے افواج پاکستان کے شعبہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر جناب میحر جزل افتخار با بر نے مختصر لیکن بڑا جامع پیغام ٹویٹ کیا۔

● اہل پاکستان کیلئے ایک اچھی خبر یہ بھی آئی کہ 5 جون کو ولڈ انوائرمنٹ ڈے پر پاکستان نے بین الاقوامی کانفرنس کی میزبانی کی۔ اس کانفرنس سے اقوام متحده کے سیکرٹری جنگل سمیت 20 بین الاقوامی شخصیات نے بھی خطاب کیا۔ چینی کمپنی کے تعاون سے

گرین اینڈ کلین پاکستان کے منصوبے کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ ماحول دوست الیکٹرک کاروں کو بھی ستا کیا گیا ہے۔

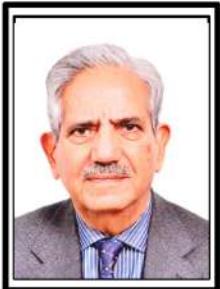
● 11 جون کو بجٹ پیش ہوا۔ حسب معمول یہ بھی خسارے کا بجٹ تھا۔ سرکاری ملازمین کی تنخوا ہوں میں 25 فیصد اضافے کی ڈیمانڈ پوری نہ ہو سکی لیکن براہ راست نئے ٹکس بھی نہیں لگائے گئے۔ بجٹ کو حکومت نے متوازن بجٹ قرار دیا ہے۔ تا جر تنظیموں نے بھی خیر مقدم کیا ہے البتہ اپوزیشن نے اپناز بر دوست احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔ بجٹ کے متوازن یا عوامی ہونے کا انحصار اسی پر ہے کہ مہنگائی کم ہو گی یا نہیں۔

افسوں کہ اس بجٹ میں بھی تعلیم کا شعبہ بری طرح نظر انداز ہوا۔ ایچ ای سی کو تو 65 بلین روپے کا بجٹ دیا گیا۔ لیکن تعلیم کے لئے صرف 9 بلین روپے۔ تین کروڑ بے سکول بچوں کو Mainstream میں لانے کا کوئی اعلان تک نہ ہو سکا۔ پر انہری کیلئے بجٹ میں کوئی اضافہ دیکھنے کو نہ ملا۔ نہ ہی نوجوانوں کو ہنرمند بنانے کیلئے کسی منصوبے کی نشاندہی کی گئی۔

سلطانہ فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم سے بے اسکول بچوں کیلئے مسلسل آواز بلند کی گئی ہے۔ جسٹس یوسف صراف سنٹر کے تحت موقع سکولوں کا قیام اس جانب پہلا ٹھوں قدم ہے۔ لیکن جب تک حکومت اس جانب سنجیدگی سے کوئی قدم نہیں اٹھاتی اور بجٹ میں رقم مختص نہیں کی جاتی بے سکول بچوں کو معاشرے کے کار آمد فراہمیں بنایا جا سکتا۔

● پاکستان نے جے ایف 17 تھنڈر جنگی طیاروں کی برآمد کا مرحلہ بھی طے کر لیا ہے۔ خبر کے مطابق پاکستان نے تین طیارے افریقی ملک نا یجیر یا کوفروخت کئے۔ اللہ کے فضل سے اسلحہ سازی کی صنعت خوب پھل پھول رہی ہے۔ جہاں پاکستان کی اپنی دفاعی ضروریات پوری ہو رہی ہیں وہیں اب پاکستان ان چند ممالک میں شامل ہو گیا ہے جو جنگی طیارے برآمد کرتے ہیں۔

● اس بار پاکستانی آم کی طلب بھی بڑھی ہے۔ چین، روس، آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ کی منڈیوں میں پاکستانی آم کے ایکسپورٹ آرڈر پورے کئے گئے ہیں۔ آموں کے بادشاہ چونسہ کی بھی خوشبوئیں پھیلی ہیں۔ اگر معیار اور مقدار کی طرف خاص توجہ دی گئی تو آنے والے برسوں میں ہمارے آم زر مبادلہ کمانے کا مستقل ذریعہ بن جائیں گے۔ (ایڈیٹر: بیگ راج)



اڑھائی کروڑ بے سکول بچے

انجمن عزیزی غنی، چیئر مین سلطانہ فاؤنڈیشن

مئی 2012 میں سلطانہ فاؤنڈیشن نے بے سکول بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جسٹس یوسف صراف فیملی کے تعاون سے ایک مربوط اور منظم پروگرام شروع کیا۔ اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان جناب راجہ پرویز اشرف نے اس پروگرام کے لیے بلڈنگ کاسنگ بنیاد رکھا اور حکومت پاکستان کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

ایک سال کے اندر اندر جسٹس یوسف صراف سینٹر کے نام سے نہ صرف یہ بلڈنگ مکمل ہوئی، بلکہ ان بے سکول بچوں کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ ان بچوں کی خصوصی ضرورت کے مطابق تعلیمی ماڈل یونیورسٹی بنائے گئے۔ اسلام آباد اور راولپنڈی کے مختلف پسماندہ علاقوں میں موقع سکولز قائم کئے گئے۔ بڑی عمر کے بچوں کے لیے 'IPEC' مربوط پرائمری لیول کورس بنایا گیا تاکہ یہ بچے دو سال میں پرائمری پاس کر لیں۔ یہ سب پروگرام بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں اور دو سال میں پرائمری پاس کرنے والے کئی بچے سلطانہ فاؤنڈیشن کے ہائی سکولوں میں میسٹرک لیول تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ تمام بچے مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ قابل تعریف ہیں وہ اساتذہ جنہوں نے دن رات کی محنت سے ان بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کے لیے تعلیمی ماڈل یونیورسٹی اور کتابخانے بنائیں۔



بے سکول بچے کلاس روم میں



جسٹس یوسف صراف سینٹر کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے



ان بچوں کے ساتھ سالہا سال کی محنت کا کم از کم یہ نتیجہ ضرور نکلا ہے کہ ان بچوں کو ایک شناخت مل گئی، ان کو ایک نام مل گیا، اور حکومت وقت کے تمام حلقات اب جانتے ہیں کہ آبادی کا ایک بڑا حصہ یہ بچے بھی ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا کتنا ہم ہے۔ اہم اس لیے کہ اگر اب ہنگامی بنیادوں پر اس مسئلے پر توجہ نہ دی گئی تو یہی بچے اگلے چند سالوں میں وظہ بنیں گے، یہی بچے قانون ساز اداروں کے لیے اپنے نمائندے منتخب کریں گے اور آپ سوچ سکتے ہیں کہ

پاکستان جس میں آج ایک عجیب افراتفری اور نفسانی کا عالم ہے، مستقبل میں اس کا حال کیا ہوگا۔

ان اڑھائی کروڑ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے سلطانہ فاؤنڈیشن نے حکومتی اداروں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی خاطرخواہ کامیابی نہیں ہوتی۔ حال ہی میں کورونا کے زمانے میں وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان کی توجہ فروری 2021 میں لکھے گئے ایک خط کے ذریعے اس گمپیہر مسئلہ کی طرف دلانے کی کوشش کی گئی ہے جس کا متن درج ذیل ہے:

”جناب پرائم نسٹر صاحب! سب جانتے ہیں کہ

Education is the backbone of progress of a country

اور ہمارے ملک میں 50% کے قریب بچے Out of School ہیں۔ ان کے لیے سکول ہیں ہی نہیں۔ ان بچوں کی تعداد اڑھائی سے تین کروڑ ہے۔ ان کو پڑھانے کے لیے کوئی مربوط نظام موجود نہیں۔ نہ فنڈر ہیں، نہ بلڈنگز اور نہ ٹیچرز۔

Covid-19 Pandemic - اس Pakistan is God-gifted country کے سر!

دوران اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان بچوں کو Educate کرنے کا طریقہ سکھا دیا ہے۔ کورونا وائرس کے خطرے کی وجہ سے اس وقت تعلیمی اداروں میں 50% بچے تین دن سکول اٹینڈ کرتے ہیں اور 50% بچے دوسرے تین دن۔ جناب والا! اس طریقے سے وہ معمول کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جب اس وبا کا خطرہ مل جائے گا اور پورے بچے سکول آسکیں گے تو اس وقت کیوں نہ ہم تعلیم کا یہی طریقہ اپنا میں اور بچوں کو تین دن سکول بلا میں اور تین دن ان بچوں کو بلا میں جن کے لیے سکول ہیں ہی نہیں۔ اس طرح تمام Out of School بچوں کو پڑھانے کے لیے نہ اضافی فنڈر چاہیے ہوں گے نہ بلڈنگز اور نہ ٹیچرز۔ اس طریقہ کو کامیاب بنانے کے لیے حکومت کا ایک آرڈر چاہیے ہوگا جس کے تحت کسی بچے کو تعلیم سے محروم رکھنا جرم قرار دیا جائے۔ ویسے بھی ہمارے دستور کی شق A-25 کے تحت پانچ سے سو لہ سال کے تمام بچوں کی فری تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے۔“

سلطانہ فاؤنڈیشن ایک بار پھر اس بات پر زور دینے کے لیے مصروف ہے کہ اس قومی اہمیت کے مسئلہ پر فوری توجہ دی جائے اور اس سال کے بجٹ میں ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ضروری فنڈ مختص کیے جائیں کہ آنے والے سالوں میں پاکستان کی شرح خواندگی میں، جو جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک سے کم ہے، خاطرخواہ اضافہ ہو۔



شرکی عالمگیریت

منتخب اداریہ: ڈاکٹر نعیم غنی

عالمگیریت پوری تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کے ڈرائیورز اور مالی تجارتی سپر انیشنل کار پوریشنز اور صنعتی کمپنیاں ہیں۔ ان کی منزل ساری دنیا کے ملکوں کو ایک مصرفی مارکیٹ بنانا ہے۔ اس وقت ساری دنیا کو دو قسم کی مالی اور صنعتی سپر انیشنل کمپنیوں کا مقابلہ ہے۔ خیر کی عالمگیریت کے لئے معاشروں میں امن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صنعتی ملکوں کی اسلحہ ساز میگا کمپنیاں دنیا میں جنگوں اور جھگڑوں کو جاری رکھنے کے لئے کوشش ہیں اور عملی طور پر اس وقت دنیا کی سیاست کے رخ کو کنٹرول کر رہی ہیں۔ جنگیں جاری رکھنے کے لئے دشمن اختراق کئے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی میں 50-80 کی دہائی تک سوویت یونین کو انسانیت کا دشمن دکھایا گیا اور اسلحہ ساز کمپنیاں ہر قسم کا تباہ کن اسلحہ بنانے کو جواز دینے کے لئے سوویت خطرے کو معاشروں میں مشتہر کرتی رہیں۔ آخر کار بغیر کسی جنگ کے سوویت ہزیمت کے بعد اس اسلحی صنعت کو کسی نئے دشمن کی تلاش تھی اور پھر 'اسلام' کو دشمن کا روپ دینے کے لئے اس میں کچھ گروہوں کو تیار کیا گیا جن کو پہلے بنیاد پرست (Fundamentalist) کا نام دیا گیا اور اب ان کو انتہا پسند کی اصطلاح سے موسم کیا جا رہا ہے۔

خریدے ہوئے مذہبی لوگ ان کے لئے اس انتہا پسندی کا عملی جواز مہیا کرنے کے لئے 'خودکش' نوجوانوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور ان نوجوانوں کو مقامی مذہبی رہنمابا اور کرواتے ہیں کہ وہ دین اسلام کے احیاء کے لئے قربانی دے رہے ہیں۔

غربی ممالک اسے دہشت گردی کا نام دیکر اسلامی ملکوں میں اپنی فوجی مداخلت کے لیے جواز بنا رہے ہیں۔ اسلامی ملکوں کے حکام بھی اس سارے ڈرامہ کے سکرپٹ میں پیلیوں کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔

دوسری طرف تجارتی سپر انیشنل کمپنیاں اسلحہ کی صنعت سے نہیں بلکہ مالی کنٹرول سے دنیا کے کنٹرول کے لئے فری تجارت، فری کرنی تبادله اور کمزور ملکوں میں مقامی پیداواری یا خدماتی اداروں کی بد لیں کاری (نج کاری کے فریبی نام کے تحت) کو زیادہ موثر و سیلہ صحیح ہیں اور ان طریقوں کو استعمال کرنے میں مشغول ہیں۔

دونوں کمپنیوں کے ماہرین نئی نئی اصطلاحات اور پفریب الفاظ اختراع کرتے رہتے ہیں جو بظاہر بڑے جاذب معلوم ہوتے ہیں لیکن اصل اہداف کو ملفوف اور شوگر کو ٹڑخوش نما شکل دی جاتی ہے۔ قومی مفاد، اقتصادی تشکیل نو، یا قومی سلامتی کو خطرہ جیسی اصطلاحات میڈیا کے ذریعہ باور کرائی جاتی ہیں اور سپر انیشنل مالی، تجارتی یا اسلحہ صنعتی کمپنیوں کے اہداف کو جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ عصر حاضر کی سیاست کے نئے روز ہیں اور سارے سیاسی ڈراموں کی آخری قسط اقتصادی عالمگیریت ہے۔ اس ڈرامہ سیریل کے چیدہ چیدہ مراحل فری ٹریڈ، فری سرمائی حرکت اور آئی ڈی یا ز اور افراد کی فری حرکت، فری میڈیا، کم سے کم حکومتی کنٹرول کو مختلف معاشروں میں پفریب کثیر المعنی اصطلاحات استعمال کر کے ان کو بطور Virtue دکھایا جاتا ہے۔

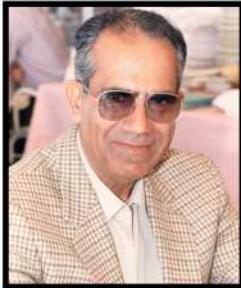
اس اقتصادی ڈرامہ سیریل کے کردار ہائی ٹیک کمپنیاں، بنس لیڈرز، وال سٹریٹ کے بھاری بھر کم کھلاڑی، میڈیا گرو، سوشن سائیکا لو جسٹس اور اکنا مک ڈی پلپمنٹ ایکسپریس ہیں اور ابلاغ کے پر اپیگنڈا سے صنعتی ملکوں کی سیاست کو انسانیت پرور ثابت کیا جاتا ہے۔

حقیقت میں عصر حاضر میں کسی ملک کی سیاست کا ہدف صرف اور صرف اقتصادی مفاد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ سارے اخلاقی دعوے مثلًا امن، عدل، انسانی حقوق یا جنگ برائے امن، دوستی یا دشمنی اس اقتصادی ہدف تک پہنچنے کے وسائل ہیں۔ اگر کوئی ملک بغیر معاشری فوقیت کے کوئی نظریاتی ہدف حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کا ایک بے حقیقت خیال ہے یا خود فربی ہے۔

مروجہ غربی جمہوری طرز حکومت میں اخلاقی اقدار کسی انسانی ہدف کے لیے نہیں بلکہ کسی مادی مفاد تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ انفرادی سطح پر ثقافتی یا عقائدی اقدار کی تعمیل تو غالباً ہر معاشرتی تشکیل میں ہوتی ہے لیکن اجتماعی مفاد میں اخلاقی، ثقافتی، عقائدی اقدار کے اطلاق کا تصور مضمحلہ خیز سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے عصری، غربی ثقافت میں مذہب اور اخلاقیات کا سیاست میں عمل دخل نہیں ہوتا کیونکہ مذہب اخلاقی پابندیوں کا ضابطہ ہے اور سیاست معاشری مفاد حاصل کرنے کا طریقہ کار ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آج بڑی طاقتیں دشمن کو زیر یا نیست کرنے کے لئے اپنے معاشروں میں علمی، تحقیقی، پیداواری، اختراعی سرگرمیوں کو تحریک دیتی رہتی ہیں۔ جب وہ حقیقی یا فرضی دشمن زیر یا نیست ہو جاتا ہے تو پھر کسی نئے دشمن، فرضی دشمن کو اپنے عوام کے سامنے حقیقت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ مثلاً پچھلی صدی کے شروع میں جرمن گرم دشمن اور نصف آخر میں سوویت یونین یا نظریہ اشتراکیت سر دشمن اور پچھلی دو دہائیوں میں اسلام کے ساتھ دہشت گردی کا لیبل چپا کر کے اس کو سر دشمن سے گرم دشمن بنایا گیا ہے اور غالباً مستقبل کا دشمن چین ہو گا اور اس طرح صنعتی معاشروں میں اسلحہ سازی اور علمی اختراعی سرگرمیاں تحریک

میں رہیں گی۔ ♦



کیم مسی - یوم محنت کش

ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر نعیم غنی

کیم مسی کے تاریخی حوالہ کے علاوہ وقت حاضر میں یہ دن آج آزاد عالمگیریت کے خلاف احتجاج کے دن کے طور پر اہمیت لے چکا ہے آزاد عالمگیریت سے معاشرتی تفاوت میں اضافہ، غربت میں اضافہ ہو رہا ہے اور کہہ ارض کی ماحولیاتی پائیداری خطرے میں ہے۔ اس آزاد عالمگیریت سے ایک طرف مصنوعات کی نقل و حرکت میں بے پناہ اضافہ اور دوسری طرف سرمایہ کی لامحدود افزائش اور اس کا تنقل، سرمایہ مقصود بن جانے سے بنیادی انسانی خدمات پانی، توانائی رہائش کو مالی مفاد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ مواد اور ملک افراد کے لئے ہونا چاہئے نہ کہ فقد منافع کے لئے۔



اس عالمی سرمایہ کے چنگل سے نکلنے کے لئے جمن ندی سکار Ulrich Duchrow دیلیت ہیں کہ ہمیں نئی قدریں بنانا ہوں گی Hinkelammert جہاں ملک کے متعلق انسانی رویوں میں فرق کرنا ہو گا ان میں جو مواد اور ملک کو اپنی ذات کے لئے اکٹھا کرتے ہیں اور دوسرے جو ان میں افزائش مفاد عامہ کے لئے کرتے ہیں پہلی قسم کے لوگ کمیونٹی کو تباہ کرتے ہیں اور موخر الذکر کمیونٹی تشکیل دیتے ہیں مختلف ندی سی کتب میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں عبرانی غلام مصر سے ہجرت کرنے کے بعد فلسطین میں آباد ہو جاتے ہیں اور وہی لوگ نظام ملوکیت اختیار کر لیتے ہیں۔ دولت اکٹھی کرتے ہیں اور کمزوروں کو مغلوب کر لیتے ہیں اور معاشرہ، امیروں اور غریبوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ مالکان زمین فوج، انتظامیہ اور عدالتیہ سے گھٹ جوڑ کر کے سیاسی اور اقتصادی سلطہ حاصل کر لیتے ہیں۔

پیغمبروں کے اس سے مختلف پروگرام تھے خالق کمزوروں کے لئے عدل مہیا کرتا ہے اُنہوں نے زمین کی ملکیت خدائی حق میں دے دی اور سب کے لئے اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے کا حق دے دیا آج پھر ان قدروں کو واپس لانے کی ضرورت ہے وگرنہ تفاوت بڑھتا رہے گا۔ فتنہ، فساد، انتشار عام ہو جائے گا اور کہہ ارض کے وسائل انسانوں کے لئے نہیں بلکہ سرمایہ کی خاطر استعمال ہوتے رہیں گے۔

مضمون نگار David Hasla

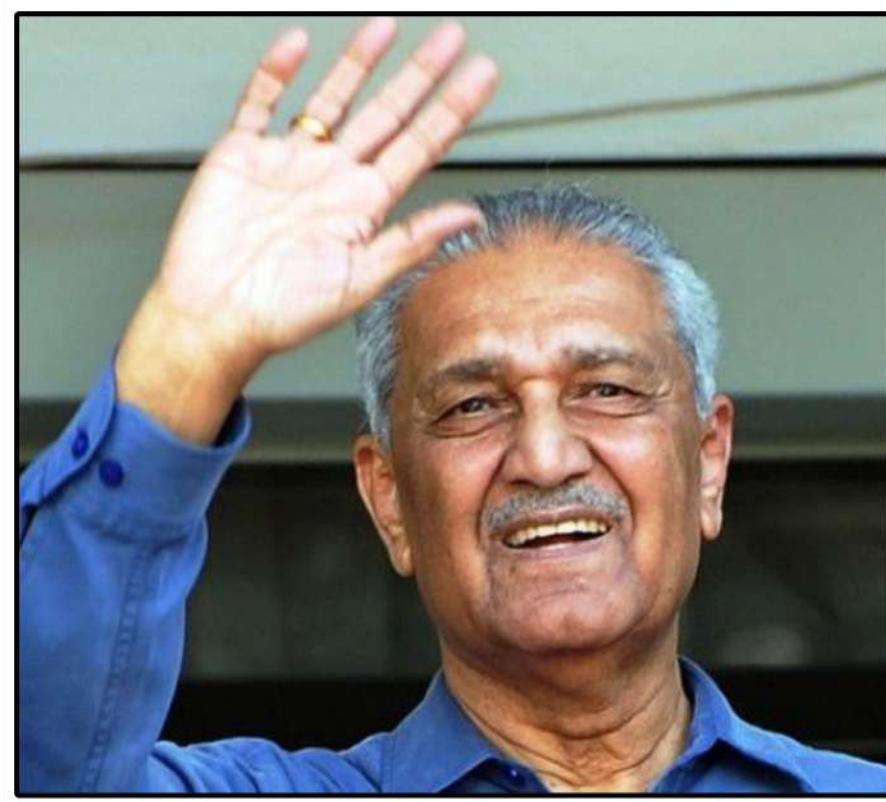
ماخذ The Guardian

Reported in The News 3-5-2004

محسن پاکستان ڈاکٹر قدریخان کی زندگی پر ایک نظر

ماخوذ: بی بی سی رپورٹ

ڈاکٹر قدریخان پندرہ برس یورپ میں رہنے کے دوران مغربی برلن کی ٹینکنیکل یونیورسٹی، ہالینڈ کی یونیورسٹی آف ڈیلفٹ اور بیلچیم کی یونیورسٹی آف لیوڈن میں پڑھنے کے بعد 1976ء میں واپس پاکستان آگئے۔ ڈاکٹر خان ہالینڈ سے ماسٹر ز آف سائنس جبکہ



بیلچیم سے ڈاکٹریٹ آف انجینئرنگ کی اسناد حاصل کرنے کے بعد 31 مئی 1976ء میں انہوں نے انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز میں شمولیت اختیار کی۔ اس ادارے کا نام یکم مئی 1981ء کو جنرل ضیاء الحق نے تبدیل کر کے ڈاکٹر اے کیو خان ریسرچ لیبارٹریز رکھ دیا۔ یہ ادارہ پاکستان میں یورپیں کی افزودگی میں نمایاں

مقام رکھتا ہے۔ مئی 1998ء میں پاکستان نے بھارتی ایٹم بم کے تجربے کے بعد کامیاب تجربہ کیا۔ بلوچستان کے شہر چانگی کے پہاڑوں میں ہونے والے اس تجربے کی نگرانی ڈاکٹر قدریخان نے ہی کی تھی۔ کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز نہ صرف ایٹم بم بنایا بلکہ پاکستان کیلئے ایک ہزار کلو میٹر دور تک مارکرنے والے غوری میزاںیں سمیت چھوٹی اور درمیانی ریخ تک مارکرنے والے متعدد میزاںیں تیار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ادارے نے چھپس کلو میٹر تک مارکرنے والے مٹی بیرل راکٹ لاچرز، لیزر ریخ فائنسڈر، لیزر تھریٹ سینس، ڈیجیٹل گو نیو میٹر، ریبووٹ کنٹرول مائن ایکسپلودر، ٹینک شکن گن سمیت پاک فوج کے لئے جدید دفاعی آلات کے علاوہ ٹیکسٹائل اور دیگر صنعتوں کیلئے متعدد آلات بھی بنائے۔

1936ء میں ہندوستان کے شہر بھوپال میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر خان نے ایک کتابچے میں خود لکھا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا سنگ بنیاد ذوالفقار علی بھٹو نے رکھا اور بعد میں آنے والے حکمرانوں نے اسے پروان چڑھایا۔ ڈاکٹر قدری خان پر ہالینڈ کی حکومت نے اہم معلومات چرانے کے الزامات کے تحت مقدمہ بھی دائر کیا لیکن ہالینڈ، بیلچھیم، برطانیہ اور جرمنی کے پروفیسرز نے جب ان الزامات کا جائزہ لیا تو انہوں نے ڈاکٹر خان کو بری کرنے کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ جن معلومات کو چرانے کی بنابر پر مقدمہ داخل کیا گیا ہے وہ عام اور کتابوں میں موجود ہیں جس کے بعد ہالینڈ کی عدالت عالیہ نے ان کو باعزت بری کر دیا تھا۔ ڈاکٹر قدری خان نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کھوٹے میں ریسرچ لیبارٹری زیر تعمیر تھی تو وہ سہالہ میں پائلٹ پروجیکٹ چلا رہے تھے اور اس وقت فرانسیسی فرست سیکرٹری فو کو کھوٹے کے ممنوعہ علاقے میں بغیر اجازت گھس آئے تھے جس پر ان کی مارکٹائی ہوئی اور پتہ چلا کہ وہ سی آئی اے کے لیے کام



کرتے تھے۔ انہوں نے تہران میں اپنے سی آئی اے بس کو لکھا کہ ”کھوٹہ میں کچھ عجیب و غریب ہو رہا ہے۔“ ڈاکٹر خان کو صدر جزل پرویز مشرف نے بطور چیف ایگزیکیٹیو اپنا مشیر نامزد کیا اور جب جمالی حکومت آئی تو بھی وہ اپنے نام کے ساتھ وزیر اعظم کے مشیر کا عہدہ لکھتے تھے ڈاکٹر قدریخان نے ہالینڈ میں قیام کے دوران ایک مقامی لڑکی ہنی خان سے شادی کی جواب ہنی خان کہلاتی ہیں اور جن سے ان کی دو بیٹیاں ہوئیں۔ دونوں بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور اب تو ڈاکٹر قدریخان نانا بن گئے ہیں۔ ڈاکٹر قدریخان کو وقت بوقت 13 طلائی تمغے ملے، انہوں نے ایک سو پچاس سے زائد سائنسی تحقیقاتی مضامین بھی لکھے ہیں۔ 1993ء میں کراچی یونیورسٹی نے ڈاکٹر خان کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی سند دی تھی۔ چودہ اگست 1996ء میں صدر فاروق لغاری نے ان کو پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز نشان امتیاز دیا جبکہ 1989ء میں ہلال امتیاز کا تمغہ بھی انکو عطا کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر قدریخان آج کل ”ڈاکٹر اے کیو خان ہسپتال“ کی تعمیر و ترقی میں مصروف ہیں۔



2020ء پاکستان کے ایٹھی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان، چیئر مین سلطانہ فاؤنڈیشن ڈاکٹر نعیم غنی کو ایوارڈ دیتے ہوئے

بجٹ 2021-22 کا خلاصہ

تعلیم کا شعبہ پھر نظر انداز

پاکستان تحریک انصاف نے اپنے دور حکومت کا دوسرا سالانہ بجٹ پیش کیا ہے جو 34 کھرب 13 ارب خسارے کا بجٹ ہے۔

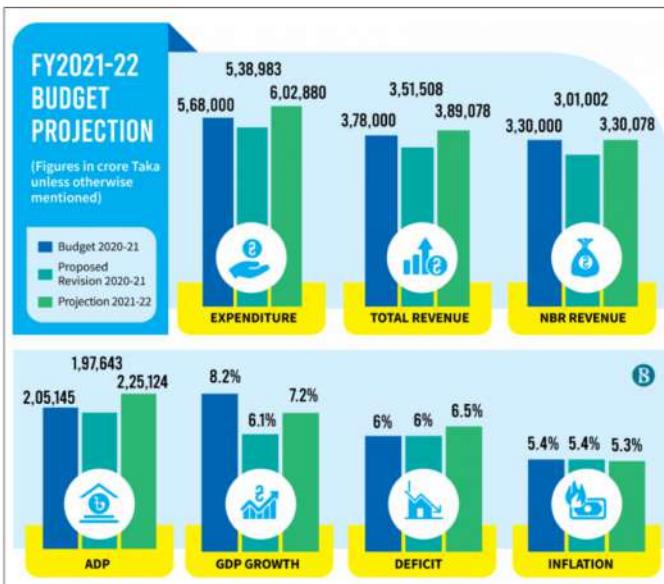
اس بجٹ کا گل تخمینہ 65 کھرب 73 ارب روپے ہے جس میں سے ایف بی آر ریوینو 49 کھرب 63 ارب روپے ہے جبکہ غیر طیکش شدہ ریوینو 16 کھرب 10 ارب روپے رکھنے کی تجویز دی گئی ہے۔

پیشش کی میں 470 ارب روپے رکھنے کی تجویز دی گئی ہے جو گذشتہ برس پیش کیے جانے والے تزییمی بجٹ میں رکھی گئی رقم میں ایک اعشار یہ تین فیصد کا اضافہ ہے۔

روای مالی سال دفاعی بجٹ 12 کھرب 89 ارب روپے کا ہے جو کہ گذشتہ برس سے 11 اعشار یہ آٹھ فیصد کا اضافہ ہے کورونا اور دیگر آفات کی وجہ سے انسانی زندگی پر ہونے والے منفی اثرات کو زائل کرنے اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے خصوصی ترقیاتی پروگرام وضع کیا ہے جس کے لیے 70 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔

ملک میں ترقیاتی مقاصد کے لیے مختص پیک سیکٹر ڈیلپہنٹ پروگرام یا پی ایس ڈی پی کے لیے 650 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس سال ایف بی آر کی ٹیکس وصولیوں کا ہدف 49 کھرب 63 ارب روپے رکھنے کی تجویز دی گئی ہے۔

گذشتہ سال بجٹ میں احساس پروگرام کے لیے 187 ارب روپے رکھے گئے تھے جسے بڑھا کر 208 ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ اس میں سماجی تحفظ کے دیگر پروگرام جیسے بینظیر انکم سپورٹ، پاکستان بیت المال وغیرہ شامل ہیں۔ (امید ڈیسک)



آپ کی عید کیسی گزری؟



نورین محمود

لیکچر ار انگش

پنس سلطانہ ڈگری کالج فارو ویمن

ہر قوم اور مذہب میں عید کا تصور موجود ہے لیکن جو پاکیزہ تصور اسلام نے دیا ہے وہ بے مثال ہے۔ رمضان المبارک میں بڑے خضوع و خشوع سے روزوں اور عبادات کا اہتمام کرتے ہیں۔ رمضان کا اہتمام عید کی نوید لے کر آتا ہے جو کہ مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کا



احساس اجاگر کرتی ہے۔ گزشتہ سالوں کے برعکس اس سال مسلمانوں نے کرونا وبا کے پھیلاؤ کے پیش نظر عید الفطر انہائی سادگی سے منائی۔ اگر میں ذاتی احساسات اور جذبات بیان کروں تو اس عید پر میرے دل و دماغ میں خوشی کی بجائے احتیاط کا عنصر غالب رہا البتہ میرے عید کے دن کا آغاز حسب معمول عید کی تیاریوں کے ساتھ ہوا۔ صحیح سوریے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد عید کی مناسبت سے کھانے بنائے، بچوں کو تیار کیا اور عید دی۔

خاندان کے مرد حضرات عید کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو میں نے سب کو میٹھی سویاں اور کھیر پیش کی اس کے بعد سب نے مزے دار کھانوں سے اٹھایا اور قربی عزیز واقارب کے گھر آنے کا سلسلہ شروع ہوا کرونا وبا کی وجہ سے اس سال عزیز واقارب کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی بہت کم رہا۔ میں نے زیادہ تر دوست احباب اور رشتہ داروں سے فون پر بات کر کے عید کی خوشیوں کو باشنا۔ عید کا یہ تہوار ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنی ان خوشیوں میں ان لوگوں کو بھی شامل کریں جن کے لئے اس موقع پر اپنی خوشی منانا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے اس تہوار پر ایسے لوگوں کی مالی مدد کی تاکہ وہ بھی اس پرمترت موقع پر اپنی خوشی کو ایک دوسرے کے ساتھ بانٹ سکیں۔ جہاں عید ہمارے لئے بے شمار خوشیاں لے کر آتی ہے وہیں اس خوشیوں بھرے موقع پر ہمیں ہمارے پچھڑے ہوئے پیاروں کی یاد دلاتی ہے میں نے ان کی مغفرت کی دعا کی۔ خوشیوں بھرا یہ دن عزیز واقارب کی آمد و رفت کے ساتھ گزر گیا۔ تین دن ہمیں مہمان

نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آنے والے تمام تھواروں کی خوشیاں دو بالا ہوں اور ملک کو درپیش مسائل خاص کر کرونا و ایس سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل ہو۔ آمین!

آپ کی عید کیسی گزری؟

عاصمہ جاوید

لیکھ رکمپیوٹر سائنس

پرس سلطانہ ڈگری کالج فارودین

جیسے کہ عید کے موقع پر سب ایک طرح سے عید مناتے ہیں میں نے بھی اپنی عید کچھ یوں ہی منائی۔ صبح صبح سویاں بنائیں تاکہ عید کا آغاز



دعا کے ساتھ ہو۔ اس کے بعد میں نے اپنے بچوں کو عید کے کپڑے پہنانے پچے بہت خوش تھے نئے کپڑے پہن کر پھر میں اپنے امی اور ابو سے عید ملنے کی اور عید اپنے امی، ابو، بہن اور بھائی کے ساتھ منائی پھر میں اپنے آبائی گاؤں کی جو کہ گوجرانوالہ میں پہاڑی سلسلے میں ہے۔ کرونا وبا کی وجہ سے میں باہر کہیں بھی گونے پھر نہیں گئی۔

گاؤں میں بہت اچھا موسم تھا میرے بچوں نے بھی خوب مزے کیے۔ ہم نے شام کا کھانا کھایا اور مل کے سب بیٹھے عید ہمیں آپس میں ملوati ہے مصروف زندگی میں ہم ایک ساتھ بیٹھ کر بتیں نہیں کر سکتے نہ ہی کھانا کھاتے ہیں۔ عید کا تھوار ہمیں موقع دیتا ہے، ہم مل کر بیٹھیں اور اچھے اچھے کھانے کھائیں۔ دوسرا دن ہم تمام رشتہ داروں کے گھر گئے۔ گاؤں میں میرے بچے بہت خوش تھے ایسے تو ہم کرونا وبا کی وجہ سے بہت ڈرے اور سہمے تھے لیکن گاؤں جانے سے ایک تو سیر ہو گئی اور دوسرا اپنے عزیز رشتہ داروں سے ملاقات بھی ہو گئی۔ عید واقعی انسان کی زندگی میں خوشیاں لا تی ہے۔

شکوں کو دور کر دلوں سے آج عید کا دن ہے

خوشیوں کی سچ سجاو آج عید کا دن ہے

چھوڑ وزمانے کے رسم و رواج اور ستور سب

گلے ہم کو لگاؤ آج عید کا دن ہے

سب کی مرادیں آج کے دن ہوں پوری

دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھاؤ آج عید کا دن ہے

آپ کی عید کیسی گز ری؟

مس فضہ نذری

لیکچر ار ایجو کیشن

پرس سلطانہ ڈگری کالج فاروس یمن

عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ کو رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام پر اللہ رب العزت کی طرف سے مسلمانوں کو دیا گیا
ایک انعام ہے جسے تمام مسلمان خوشیوں کے ساتھ مناتے ہیں۔ رمضان المبارک کے آخری روزوں میں شوال کے چاند کا انتظار



کرنے لگتے ہیں اس سال بھی انسیویں روزے کی شام سب بے چینی
سے ہلal کمیٹی کے اعلان کا انتظار کر رہے تھے اور ایسا لگنے لگا کہ اگلے دن
روزہ ہو گا پر دیر رات اچانک سے عید کا اعلان ہوا جس کی وجہ سے خوشی
کے ساتھ اپنے ادھورے کام مکمل کرنے کی جلدی پڑ گئی لاک ڈاؤن کی
وجہ سے زیادہ تر لوگ چاند رات کو بازاروں میں شاپنگ کرنے اور
مہندی لگوانے جاتے تھے ایسا کچھ نہ کر سکے میں نے ہمیشہ کی طرح چاند

رات بھی گھر میں نیبلی کے ساتھ انبوئے کی، پہلے صبح عید کی تیاری کی، میٹھا بنایا اور عید کے کپڑے تیار کئے پھر عشاء کی نماز سے فارغ ہو

کر مہندی لگائی۔ عید کی صحیح نماز ادا کی پھر ناشستے سے فارغ ہو کر گھر کا کچھ کام کیا اسکے بعد خود تیار ہوئی گھر آئے مہمانوں کو ٹائم دیا، پھر دو پھر میں کھانا بنایا، فیملی نے مل کر کھانا کھایا اور آپس میں وقت گزارا۔ سب قربی رشتہ داروں کی موجودگی میں گھر میں بہت رونق رہی، گھر کے تمام بچوں نے خوب انجوائے کیا۔ بچوں اور بڑوں میں عید لینے اور دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سب سے فارغ ہو کر میں اپنے والدین کے گھر آئی وہاں اپنے بہن بھائیوں اور بچوں کے ساتھ مل کر عید کا مزہ لیا میں نے بھی وہاں سب سے عیدی لی رات کا کھانا سب کے ساتھ کھایا، رات دریتک سب نے مل بیٹھ کر خوب انجوائے کیا اور یوں عید کے دن کا اختتام ہوا۔ واقعی عید اللہ پاک کا دیا ہوا ایک انعام ہے اور بہت برکت والا دن ہے۔ جس دن سب لوگ اپنی اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر ایک دوسرے کو وقت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنوں کے ساتھ خوشیوں بھری عیدیں نصیب کرے۔ ان تمام خوشیوں کے ساتھ ساتھ ہم ایک کرب میں بتلا رہے کہ فلسطین، کشمیر اور شام میں اپنے مسلمان بہن اور بھائی ان عید کی خوشیوں سے محروم ہیں اور یہ وقت انہوں نے کس اذیت میں گزارا ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے تمام مصائب و آلام دور کر کے سب کو آئندہ عید کی بھرپور خوشیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)



آپ کی عید کیسی گزری؟

(انیس الرحمن، پیچر ارکان حج آف کامرس)

عالم شعور میں قدم رکھتے ہی خوشی کے لئے جو لفظ سماuttoں سے ٹکرایا وہ ”عید“ کا لفظ تھا۔ تب سے لے کر آج تک لفظ ”عید“



شادمانی اور سرت کا وہ استعارہ بن چکا ہے۔ جس کی چاشتی دل و دماغ کو معطر کیے رکھتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ عید منانے کے انداز کچھ بدلتے ضرور ہیں لیکن بچپن سے لے کر اب تک ”عید“ کا مسحور کن اثر ابھی تک قائم و دائم ہے۔ اس سال کی عید اس اعتبار سے بھی زیادہ یاد رکھے جانے کے قابل ہے کہ عید والے دن ہی ہمیں پتہ چلا کہ آج ہم عید منانے جا رہے ہیں کیوں

کہ عید کا اعلان ہی رات گیارہ بجے کے بعد ہوا جب گاؤں میں آدھے سے زیادہ لوگ نماز تراویح ادا کرنے کے بعد سوچکے تھے اور اگلے دن

روزہ رکھنے کے ارادے سے سوئے تھے۔ لیکن صبح ان کی آنکھ کھلی تو عید باہیں کھولے انھیں مرحبا کہہ رہی تھی۔ تو ایسی خوشی جو غیر متوقع ہو اس کے اثرات بھی تادری انسان کے ذہن میں محفوظ رہتے ہیں۔ عید چونکہ اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ نے ہمیں خوشی دکھائی ہے اس لیے ہماری بھی حتی المقدور یہ کوشش ہوتی ہے کہ عید پر مسرت موقع کو بنی گی خوشی کی طرح منایا جائے۔ اسی اتباع سنت میں نماز فجر کے بعد کچھ میٹھا کھایا اور اپنا بہترین لباس (پہننا) نکالا اور نہاد ہو کر عید گاہ کی طرف چل دیئے۔ تکبیر کا ورع عید گاہ تک جاری رہا۔ عید کی نماز ادا کی اور نمازیوں سے عید ملنے کے بعد ایک دوسرا راستہ کیا اور رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملنے کے بعد واپس گھر پہنچے۔ کیونکہ آپ بھی جس راستے سے عید کی نماز کے لیے جاتے تو واپسی دوسرے راستے فرماتے تاکہ لوگوں سے عید مل سکیں۔ اللہ ہماری اتباع سنت کی اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)



آپ کی عید کیسی گزری؟

(ذکاء الرحمن، پیغمبر ارکان الحج آف کامرس)

عید مسلمانوں کا ایسا نہ ہی تھوار ہے جو کہ رمضان کے باہر کت مہینے کے بعد یہ شوال کو منایا جاتا ہے۔ پوری مسلم دنیا جہاں پورے



رمضان کے روزے رکھتی ہے وہاں خاص طور پر رمضان کے آخری عشرے میں عید کی خوشیوں کو دو بالا کرنے کے لیے نئے کپڑے جوتے اور بہت ساری زیب و زینت کی چیزیں خرید کر اس دن کی خوشیوں کو چار چاند لگادیتی ہیں۔ جب انسان اپنے بچپن کو یاد کرے تو عید کے دن کا انتظار سارا سال ہی تقریباً رہتا ہے۔ لیکن اب ہماری عید بچپن کی عید سے بہت مختلف ہوتی ہے سب سے پہلے تو یہ بچپن میں

عید کا دن بڑوں سے عیدی مانگتے کھاتے پیتے اور بے فکری میں گزرتا ہے لیکن ہماری عمر کا کوئی بھی ذمہ دار انسان اس بات سے باخوبی

واقف ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے والدین نے ہمیں عید کا دن بھر پور گزارنے کے لیے ہماری فرمائیں پوری کیس اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو وہ سب کچھ فراہم کریں بلکہ اس سے بڑھ کرتا کہ ہمارے بچوں کا عید کا دن بہت اچھا گزرے۔ اب ہماری عید بے شک ہمارے لیے بھی نہ صرف ایک مذہبی تہوار ہے بلکہ ہم سب کو خوشی کا موقع فراہم کرنے والا ایک یادگار دن ہے۔ موجودہ حالات کا ذکر



ضروری ہے جس میں ایک بین الاقوامی وباء نے ساری دنیا کو جکڑا ہوا ہے۔ عید کا دن بھی ساری تیاری کے باوجود گھر میں رہ کر گزارنا پڑتا۔ اور ہر جگہ وباء کے خوف کے بادل چھائے ہوئے نظر آئے۔ جہاں پارکوں میں رونق تفریح گاہوں میں رش اور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کی پابندی نے عید کی خوشیوں اور رونقوں کو کافی محدود کر دیا تھا۔ کیونکہ آنے

جانے کی پابندی تو قوتی ہے لیکن ہمارے ملک میں وہ طبقہ جو غربت کی لکیر سے نیچے ہے اس وباً معاشی تباہی پھیلا دینے کے بعد نامل لائف گزارنے میں زندگی ابھی بھی بہت سی پابندیوں سے دوچار رہے گا۔ مزید یہ کہ اس دفعہ عید کا دن کافی حد تک اس بحث میں بھی گزرا کہ آج حقیقتاً عید ہے یا روزہ آخر میں ساری بات کو اس بات سے سمیٹتا ہوں کہ اللہ کرے ہمارے ملک میں ایسا نظام عدل قائم ہو کہ ہر مجبور انسان کا ہر دن عید اور ہر رات شب برات سے کم نہ ہو۔



آپ کی عید کیسی گزری؟

(ایاز ندیم، پیغمبر اکانج آف کامرس)

عید ایک ایسا تہوار ہے جس کی حقیقی خوشی رمضان شریف کو بھر پور انداز میں گزارنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ آج کل کے دور میں لوگ رمضان شریف شروع ہونے سے پہلے ہی عید کی تیاریاں مکمل کر لیتے ہیں تاکہ رمضان کو بھر پور انداز میں گزارا جاسکے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا عید کی جتنی خریداری تھی ہم نے رمضان شروع ہونے سے پہلے ہی مکمل کر لی تھی تاکہ رمضان شریف میں گرمی کے اندر

بازاروں کے چکر نہ لگانا پڑیں۔

عید کا پہلا دن ہم نے گھر میں بہن بھائیوں اور بچوں کے ساتھ گزارا کیونکہ کووڈ-19 کی وجہ سے دوستوں وغیرہ سے زیادہ ملنے



سے گریز کیا۔ جو خود چل کر آ گیا ان کو مل لیا۔ صبح کا آغاز شیر خورما اور چھواروں سے کیا۔ دوپہر کے وقت سب نے مل کر چکن قورمه بنایا۔ مگر عید کے کھانوں کا اصل مزہ تب ہی آتا ہے جب دشاد بھائی رات کے کھانے میں پلاو بناتے ہیں۔ یہ ہمارے بڑے بھائی ہیں جو اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھلاتے ہیں۔ کیا بچوں کو رات کے کھانے کا انتظار ہوتا ہے۔ چاچوں کب پلاو بنائیں گے اور ہم مزرے لے کر کھائیں گے۔ عید کا دوسرا دن جیسا کہ شادی شدہ لوگوں کی زندگی میں یومِ سرال کے طور پر منایا جاتا ہے ہمارے گھر میں بھی کچھ اسی طرح ہی منایا گیا۔ تمام بھائی بچوں کے ساتھ اپنے اپنے سرال میں صرف ایک ساس ہی تھی ان کو میں عید پر اپنے ساتھ ہی لے آیا تھا تا کہ وہ سب گھروں کے ساتھ مل کر عید گزاریں اس لیے میں یومِ سرال سے بچ گیا۔

عید کے تیسرا دن بڑے ماموں بچوں سمیت ناشتے پر ہمارے گھر آئے گپ شپ کی اور مزہ کیا اور پھر دن گیارہ بجے وہ واپس چلے گئے۔ تو میں اپنی ساس کو لے کر ان کے معمول کے ٹیکسٹ کروانے کے لئے جانے لگا تو بھی ہم کمرے سے نکلے ہی تھے کہ ان کی طبیعت خراب ہونے لگی تو ان کو چار پائی پر لٹا دیا اور بڑے بھائی جو کہ ڈاکٹر ہیں ان کو کال کی تو وہ فوراً ہی آگئے انہوں نے چیک کیا تو پتہ چلا کہ وہ اب سے دنیا میں ہی نہیں رہیں سارا دن بے یقینی کی کیفیت میں گزرا اور رات 9 بجے ان کو دفنانے کے بعد جب مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ ہوا تو سوچ رہا تھا کہ جس کے ساتھ صبح کا ناشتہ کیا اب لوگ اس کے ایصال ثواب کا کھانا کھا کر گھروں کو جا چکے ہیں زندگی بس اتنی سی ہی ہے مگر ہمیں اندازہ تب ہوتا ہے جب زندگی گزرجاتی ہے۔



آپ کی عید کیسی گزری؟

(تہنیت صدیق، پیکھر ارکانج آف کامرس)

آج کا موضوع جس پر بات کرنے کا مجھے موقع دیا گیا ہے وہ ہے ”آپ کی عید کیسی گزری؟“ سال میں مسلمان دو ہمار مناتے ہیں عید الفطر اور عید الاضحی۔ عید الفطر مسلمان روزے رکھنے کے بعد کم شوال کو مناتے ہیں۔ میں نے بھی الحمد للہ روزے رکھنے کے بعد 29 روزے کو چاند کی خبر سننے کے لیے ٹی وی لگایا تو خبر آ رہی تھی کہ چاند دیکھنے کے لیے کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے۔ سعودی عرب میں 30 روزے رکھنے گئے ہیں۔ تو ہمیں بھی انتظار تھا کہ شاید پاکستان میں بھی عید جمعہ کی ہوگی۔ لیکن بہر حال پھر بھی سب لوگوں کی طرح مجھے بھی عید کے



چاند کی خبر کا انتظار تھا۔ لیکن اس بارہ لچسپ بات یہ تھی کہ رات 11 بجے تک بھی کوئی خبر نہیں تھی کہ چاند نظر آیا ہے۔ لیکن اچانک پھر رات گیارہ بجے کے بعد مجھے موبائل پر مسج آیا کہ کیبل کے بھی چینل پر چاند کی خبر آ گئی ہے کل عید ہے۔ تو سنتے ہی میں نے بھی مختلف چینلز پر خبر سننے کے لیے نظر دوڑائی تو آدھی رات کے قریب چاند کی خبر باقاعدہ اعلان کے

ساتھ دی گئی۔ اچانک اعلان سے ملی جلی کیفیت تھی کہ ایک طرف عید کی خوشی بھی تھی۔ دوسری طرف اچانک سے عید کی تیاری میں تیزی آ گئی۔ میں نے شیر خورہ کے لیے تیاری شروع کر دی۔ اور ساتھ میں نمکین کے طور پر دہی بھلے تیار کئے۔ اور رات میری جاگتے گزگئی۔ اور پھر صحیح گھروالے نماز کی تیاری میں لگ گئے۔ بھائی لوگ عید کی نماز پڑھنے کے بعد آئے تو شیر خورہ کھانے کے بعد قبرستان کی طرف چلے گئے۔ والد اور نانی کی قبر پر دعا کر کے واپس آئے۔ ان کے واپس آنے تک میں اور امی بھی تیار تھے شیر خورہ محلے میں تقسیم بھی کیا۔ اور پھر ہم اپنے ماہوں کی طرف عید ملنے کے لیے چلے گئے۔ وہاں پر سب سے عید ملی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد شام کو ہماری واپسی ہوئی۔ شام کو گھر کی چھت پر سب بچے کھیل رہے تھے تو میں نے سب بچوں کو عیدی دی۔ بچوں نے عیدی لے کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ پھر میں

نے پڑوس میں بھی عید ملنے کی ساتھ ہی سب کی زبان اچانک عید کے چاند کے بارے میں تبصرہ تھا۔ کچھ لوگ چاند کے پر بحث بھی کر رہے تھے کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ عید ٹھیک ہوئی کچھ کا خیال تھا کہ روزہ تھا آج۔ میں نے عید کے دن چاند دیکھا تو مجھے چاند کا اعلان درست لگا۔ اور یوں عید کا پہلا دن اختتام پذیر ہوا۔ دوسرے دن بھی میری بھابی کے گھر دعوت تھی۔ صبح کے بعد کچھ دریٹی وی پروگرامز دیکھے اور دوپہر کی دعوت پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے بھائی کے بچوں کو عیدی دی۔ دعوت پر گپ شپ کرنے کے بعد واپس آئے آدھا دن غروب ہو گیا۔ اسی طرح عید کا تیسرا دن بھی ہم لوگوں نے مختص کیا ان لوگوں کے لیے جن کے پیارے اس عید پر بھی کسی بھی وجہ سے نہیں تھے۔ Covid-19 کی وجہ سے بھی یا کسی بھی وجہ سے ان کے پیارے وفات پا گئے تھے۔ تو ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے غم میں شریک ہوئے۔ اس طرح ہماری عید مصروفیت میں گزری۔

آپ کی عید کیسی گزری؟

(شکیلہ بنگم، سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول)



مل کے ہوتی تھی کبھی عید بھی دیوالی بھی

اب یہ حالت ہے کہ ڈرڈر کے گلے ملتے ہیں

Covid-19 کے دوران یہ دوسری عید تھی جو ”میٹھی“ تو تھی ہی مگر اپنوں سے دوری کے باعث اسکی مٹھاس میں پھیکا پن تھا۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے سیر و سیاحت، دوست احباب سے ملنا ملانا اور عید کے دن کی گھما گھمی سب ندارد۔

”نے کپڑے پہن کر جاؤں کہاں“ کی تفسیر بنے سب اپنے اپنے گھروں میں ۷.۷ یا موبائل میں گم عید مناتے رہے۔ اپنے آٹھ سالہ بچے کو عید کے دن بھی خاموشی سے ٹی وی پر کارٹون دیکھنے میں مگن دیکھ کر سوچتی رہی کہ ہمارے بچے بھی کیسی عید منار ہے ہیں سچ سنور کر ٹی وی یا کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ جانا پسند کے ایک دوھلو نے خرید لینا یا پھر آئس کریم کھالینا بس یا ان کی عید ہے۔ عید تو ہمارے بچپن میں ہوتی تھی۔ رمضان کے شروع ہوتے تو بہانے بہانے سے الماری کھولنا کپڑوں کو چھونا اور خوش ہونا چاندرات کو گلی میں سہیلیوں کے ساتھ عید کے دن ”کیا کیا کرنا ہے“ پلان بنانا پھر رات گئے گھر آ کر مہنگی لگواتے اور سوجاتے۔ فجر کی نماز کے ساتھ ناشستہ اور پھر عید کی تیاری۔ ابا جی۔

عید کی نماز پڑھ کر آتے تو ہم سب بہن بھائی عید کے سلام اور عیدی لینے کے لیے تیار ہیٹھے ہوتے۔ محلے میں گھر گھر سویاں یا شیرخور مبارٹنے کے لیے سب بچے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے کیوں کہ جہاں بھی جاتے وہاں سے عیدی ملتی اور وہ 10,15 روپے ہمارے لیے بہت بڑا خزانہ ہوتا۔

پھر سارا دن کبھی ایک سہیلی کے گھر تو کبھی دوسری کے۔ گلی میں خاص طور پر عید کے دن بچھلیوں سے خریداری کرتے، جھولے جھولتے، کہاں دن کا کھانا کھایا کہاں شام ہوئی کچھ اندازہ نہ رکھتے سارا دن عیدی خرچ کرتے اور لیتے رہتے۔ کبھی خود سے مل جاتی تو کبھی زبردستی "عیدی" نکلواتے۔ پھر رات کو ساری عیدی بار بار گنتے اور امی کے پاس امانت رکھواتے۔ یہ وہ امانت ہوتی جو امی سے بارہا لے کر خرچ کرنے پر بھی جوں کی توں رہتی۔ کبھی ختم نہ ہوتی۔

اب نہ تو وہ رشتہ داریاں نہ محلے داریاں نہ عید کی گھما گھمی نہ عیدی۔ بس اپنے اپنے گھروں میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھے رہے۔ "کرونا" نہ بھی ہوتا تب بھی آج کل کے حالات ایسے ہی ہو گئے ہیں عجیب نفسانی کا دور ہے۔

بقول شاعر

ہر شخص خودی کی مستی میں

بس اپنی خاطر جیتا ہے

سوچتی ہوں ہمارے بچوں کی یادداشت میں عید کا دن کیا کوئی نقش بنانا پائے گا؟ اللہ پاک ہم سب پر اپنا کرم کرے اور یہ آزمائش جلدی ختم ہو اور آئندہ سال عید کی رونقیں بحال ہوں تاکہ ہمارے بچے بھی اپنی یادداشت میں کچھ اچھی یادیں محفوظ کر پائیں۔ (آمین)





بھارت کو وڈ-19 کی خطرناک دوسری لہر کو روکنے میں ناکام کیوں رہا؟ بھارت اور پاکستان کا تقابلی جائزہ (محمد پرویز جگوال، ریسرچ سکالر، نیعم غنی سنتر)

مارچ کے اوائل میں انڈیا کے وزیر صحت ڈاکٹر ہرش وردھمن نے اعلان کیا کہ ملک میں عالمی وبا کو وڈ-19 کا، کھلی ختم، ہوا۔ ہرش وردھمن نے وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت کو یہ کہتے ہوئے سراہا کہ ان کی قیادت، بین الاقوامی تعاون کے معاملے میں دنیا کے لیے ایک مثال ہے۔ جنوری کے بعد سے انڈیا نے، ویکسین ڈپلومیسی کے طور پر بیرونی ممالک میں ویکسین کی خوراکیں فراہم کرنا بھی شروع کر دیں۔ گذشتہ سال ستمبر کے وسط میں انڈیکشن کا اوسط جہاں روزانہ 93 ہزار سے زیادہ تھا، اس کے بعد سے اس میں متواتر کمی دیکھی گئی اور یہ کم ہو کر 11 ہزار یومیہ ہو گیا۔ اس بیماری سے روزانہ ہونے والی اموات بھی کم ہو کر ہفتے میں 100 سے نیچے رہ گئی تھیں۔

وائرس کو شکست دینے کا جوش جو گذشتہ سال کے آخر سے پیدا ہو رہا تھا وہ اپنے عروج پر پہنچنے لگا۔ سیاستدانوں، پالیسی سازوں اور میڈیا کے کچھ حصوں نے یہ خیال ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ انڈیا واقعی اس وبا کی دلدل سے باہر نکل آیا ہے۔ ستمبر میں مرکزی بنیک کے عہدیداروں نے اعلان کیا کہ انڈیا نے، کو وڈ انڈیکشن کو موڑ دیا ہے۔



انھوں نے شاعرانہ اصطلاحات میں کہا کہ اس بات کے شواہد نظر آ رہے ہیں کہ معیشت، سردی کی لمبی راتوں سے نکل کر سورج کی روشنی دیکھنے والی ہے۔ مسٹر مودی کو ویکسین گوراؤ کہا جانے لگا۔

فروری کے آخر میں انڈین ایکشن کمیشن نے پانچ ریاستوں میں اہم انتخابات کا اعلان کیا جہاں 18 کروڑ 6 لاکھ سے زیادہ ووٹر 824 نشتوں کے لیے ووٹ ڈالنے کے اہل تھے۔ 27 مارچ سے شروع ہو کر یہ انتخابات ایک ماہ تک جاری رہنے والے تھے۔ اور ریاست مغربی بنگال کے معاملے میں ووٹنگ آٹھ مراحل میں ہونا قرار پائی۔ بغیر کسی حفاظتی پر ٹوکول اور معاشرتی دوری کے انتخابی مہم زورو شور سے شروع ہوئی۔ مارچ کے وسط میں کرکٹ بورڈ نے گجرات کے نریندر مودی سٹیڈیم میں انڈیا اور انگلینڈ کے مابین دو بین الاقوامی کرکٹ میچز دیکھنے کے لیے ایک لاکھ 30 ہزار شاگردن کو اجازت دی۔

ایک مہینے سے بھی کم عرصے میں چیزیں اللہا شروع ہو گئیں اور انڈیا وائرس کی تباہ کن دوسری لہر کی لپیٹ میں تھا اور متعدد شہروں کو

میں لوگ بڑی تعداد میں شرکت کر رہے ہیں۔ ماہر عمرانیات کے پروفیسر شیو و شونا تھن نے کہا، جو کچھ ہو رہا ہے، وہ حقیقت سے ماورا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت نے انڈیا میں آنے والی انفیکشن کی دوسری لہر کے تعلق پر کوئی وصیان نہیں دیا۔ مہارا شٹر کے ایک منتشرہ ضلع کے سرجن ڈاکٹر شیام سندرنگم نے کہا تھا کہ، ہمیں واقعی نہیں معلوم کہ کیسے میں اضافے کی وجہ کیا ہے۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ پورا کا پورا کنبہ منتشر ہو رہا ہے۔ یہ بالکل نیا رجحان ہے۔ ماہرین اب کہتے ہیں کہ نوجوانوں کی آبادی اور بڑی حد تک دیہی آبادی کا ڈھنڈورا، پیٹنے والے انڈیا نے 'وائرس پرفیٹ' کا اعلان کر دیا تھا جو کہ قبل از وقت ثابت ہوا۔



پاکستان

بلومبرگ کے ایک کالم نویس مہر شرما نے کہا؛ جیسا کہ انڈیا میں عام ہے، سرکار کا تکبیر، جنون زدہ قوم پرستی، پاپولزم اور بیورو کریٹیک نا، بلی ان سب نے ملکر یہ بحران پیدا کیا ہے۔ انڈیا میں جاری دوسری لہر کی وجہ عوام کی جانب سے احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر شادیوں اور سماجی اجتماعات میں شرکت اور حکومت کی طرف سے سیاسی جلسوں اور مذہبی اجتماعات کی اجازت جیسی مختلف چیزیں شامل ہیں۔

انفیکشن میں کمی کے ساتھ لوگوں نے پیسینیشن میں کم لچکی دکھانی شروع کر دی اور اس طرح جولائی کے اختتام تک 25 کروڑ افراد کو پیسینے لگانے کا ہدف سست روی کا شکار ہو گیا۔ فروری کے وسط میں مشیکن یونیورسٹی کے ایک ماہر حیاتیات بھرمکھر جی نے ٹویٹ کیا کہ، انڈیا میں جب تک کم کیسے ہیں اسے اپنی پیسینیشن مہم کو تیز کرنے کی ضرورت ہے، کسی نے ان کے مشورے کا نوٹس نہیں لیا۔

پلک ہیلتھ فاؤنڈیشن آف انڈیا کے صدر پی سری ناٹھریڈی نے کہا؛ یہاں فاتح کا ایک احساس تھا۔ کچھ لوگوں نے محسوس کیا کہ ہم نے بیماری سے مدافعت حاصل کر لی ہے۔ ہر کوئی کام پر واپس جانا چاہتا تھا۔ یہ بیانیہ بہت حد تک قابل قبول ٹھہرا اور احتیاط برتنے کی چند آوازوں پر توجہ نہیں دی گئی۔

طبعیات اور حیاتیات کے پروفیسر گوم مین نے کہا کہ ایک دوسری لہر ناگزیر تھی اور انڈیا، اس کو روک سکتا تھا ایساں میں تاخیر لاسکتا تھا یا پھر اس کے اثرات کو کم کر سکتا تھا۔ مسٹر مین نے کہا کہ بہت سارے دوسرے ممالک کی طرح انڈیا کو بھی جنوری میں مختلف قسم کے جینوں ک غرماں کا آغاز کرنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ اقسام کے وائرس ہی اس بڑے اضافے کا سبب بنے ہوں۔ مسٹر مین نے مزید کہا؛ ہمیں فروری میں مہارا شٹر سے موصول اطلاعات سے نئی اقسام کا علم ہوا۔ ابتدائی طور پر حکام نے اس کی تردید کی تھی اور یہ ایک اہم

تازہ لاک ڈاؤن کا سامنا تھا۔ اپریل کے وسط تک ملک میں اوسطاً ایک دن میں ایک لاکھ سے زیادہ کیسز آنے لگے۔ ایک دن میں انڈیا میں تین لاکھ سے زائد کرونا کیسز جبکہ 1600 سے زیادہ افرادہ کی ہلاکت نے ملک کو جنگجوڑ کے رکھ دیا۔ دی لینسیٹ کو وڈ 19 کمیشن، کی ایک رپورٹ میں خبردار کیا گیا کہ اگر انفیکشن کی یہ رفتار نہ روکی گئی تو جون کے پہلے ہفتے تک انڈیا میں روزانہ 2300 سے زیادہ اموات ریکارڈ ہو سکتی ہیں۔

انڈیا ب صحت عامہ کی ایرجنی کی گرفت میں ہے۔ سو شل میڈیا ایسی ویڈیو سے بھرا پڑا ہے۔ ان میں قبرستانوں اور شمشان گھاؤں میں کوڈ سے مرنے والوں کی آخری رسومات کے لیے بھیڑ، ہسپتا لوں کے باہر مرنے والوں کے غمزدہ لا جقین، سانس لینے کے لیے بے چین مریضوں کو لے جانے والی ایمبولینسوں کی لمبی قطاریں اور لاشوں سے بھرے مردہ خانے نظر آتے ہیں۔

یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ ہسپتا لوں میں اور رہداریوں پر مریضوں کی بھیڑ ہے اور کبھی کبھی ایک ہی بستر پر دو، دو مریض نظر آرہے ہیں۔ ہسپتا لوں میں بیڈ، ادویات، آسیجن اور ضروری ٹیسٹوں کے لیے کی جانے والی فون کالز کی بھرمار ہے۔ دوائیں بلیک مارکیٹ میں



فروخت ہو رہی ہیں، اور ٹیسٹ کے نتائج میں کئی دن لگ رہے ہیں۔

انڈیا کے وسیع پیکسینیشن پروگرام کو بھی مشکلات کا سامنا ہے۔

شروع میں ملک میں بنائی جانے والی ایک ویکسین کی افادیت کے

بارے میں تنازع کھڑا ہو گیا جس سے اس کی پیداوار میں رخنه

پڑا۔ یہاں تک کہ جب ویکسین دینے کی مہم کو بڑھاوا دیا گیا اور دس کروڑ

سے زائد خوراکیں دی گئیں تو اس کی قلت بتائی جانے لگی۔ سیرم انسٹی

ٹیوٹ آف انڈیا، جو ملک اور دنیا کی سب سے بڑی ویکسین ساز کمپنی

ہے، نے کہا ہے کہ وہ جوں سے قبل سپلائی نہیں بڑھاسکتے کیونکہ اس کے پاس صلاحیت بڑھانے کے لیے وافر قم نہیں ہے۔

انڈیا نے آکسفورڈ ایسٹر ایزینیکا کرونا وائرس ویکسین کی تمام برآمدات پر عارضی طور پر روک لگادی ہے کیونکہ فوری طور پر ملک میں ان خوراکوں کی ضرورت تھی اور اس نے غیر ملکی ویکسین کی درآمد کی اجازت دے دی۔ طلب میں اضافے کو پورا کرنے کے لیے اب آسیجن کی درآمد کا بھی امکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔

دریں اشنا انڈیا کی ایک الگ دنیا میں موت اور مایوسی سے دور ہر شام بند دروازوں کے پیچھے دنیا کا سب سے امیر کرکٹ ٹورنامنٹ کھیلا جا رہا ہے، اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ انتخابی جلسوں میں اپنے قائدین کی پیروی کرتے نظر آرہے ہیں جبکہ ہندو تہوار کمبھ کے میلے

3 جون 2021 تک انڈیا میں ٹوٹل 28,441,986 کیس رپورٹ ہو چکے ہیں جبکہ 1338,013 موات ہو چکی ہیں۔ جو کہ امریکہ، برازیل، فرانس اور اٹلی جیسے ممالک میں اور کسی ملک میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ صحت عامہ کے اس بھرائی سے کیا سبق حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ ایک تو یہ کہ انڈیا کو وقت سے پہلے ہی وائرس پر فتح کا اعلان نہ کرنا چاہیے اور اسے فتح کے جذبے پر لگانा چاہیے۔ مستقبل میں افیکشن کے نگزیر ہونے کی صورت میں لوگوں کو مختصر، مقامی لاک ڈاؤن کے مطابق خود کو ڈھالنا سیکھنا چاہیے۔

بیشتر وباً امراض کے ماہر مزید لہروں کی پیش گوئی کرتے ہیں اور اس کے پیش نظر انڈیا واضح طور پر ہر ڈامینیوٹی Herd Immunity (آبادی کی اکثریت میں قوتِ مدافعت) سے دور ہے کیونکہ یہاں ویکسین لگانے کی شرح سست ہے۔ پروفیسر ریڈی کا کہنا ہے کہ ہم انسانی زندگی کو مجنب نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم پر ہجوم شہروں میں جسمانی طور پر فاصلہ نہیں رکھ سکتے تو ہم کم از کم اس بات کو یقینی بناسکتے ہیں کہ ہر کوئی مناسب ماسک پہنے۔

لیکن اگر ہم آج پاکستان میں کووڈ-19 کا جائزہ لیں تو کہنا غلط نا ہوگا کہ اللہ پاک کا کرم ہے ملکی حالات اس حد تک خرابی کی طرف نہیں گئے جیسا کہ قیاس کیا جا رہا تھا۔ بلکہ اگر امریکہ، برازیل اور بھارت سے موازنہ کیا جائے تو پاکستان کے حالات بہتر رہے۔ اسی طرح سے کووڈ-19 کے منفی اثرات پاکستان کی اقتصادیات پر اس طرح سے نمایاں نہیں ہوئے جس طرح سے قیاس کیا جا رہا تھا۔ ان



پاکستان

نتیجوں کا اگر با غور جائزہ لیا جائے تو پس منظر میں بہت سے معاون عوامل عیاں ہوتے ہیں۔ ان جزوی عوامل کو دو درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے کا تعلق پاکستانی معاشرتی ساخت سے ہے، اور دوسرا کا حکومتی اقدامات سے۔ ان کو فصیلی طور پر ڈیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔ اول تو پاکستان کی 70% آبادی 29 سال سے کم عمر ہے، جن پر کووڈ-19 کے منفی اثرات اس طرح سے اثر انداز نہیں ہوتے جس طرح کہ بڑی عمر کے لوگوں پر۔ دوم پاکستان میں موٹاپے سے شکار افراد کا تناسب 8% ہے، جو کہ باقی کئی ممالک سے با درجہ کم ہے، مثلاً امریکہ میں 36% اور برازیل میں 22%۔ طبی ماہرین کے مطابق موٹاپے کے شکار افراد کو کووڈ-19 سے زیادہ بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ کووڈ-

19 کے کم پھیلنے کی ایک اور وجہ پاکستان میں طرز رہائش ہے۔ اوپری رہائشی عمارتوں میں لوگوں کی آمد و رفت اور میل جل کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، جیسے کہ سیٹر ہیاں یا لفٹ میں، یا مرکزی داخل ہونے کا راستہ، وائرس کے منتقلی کے امکانات کو بڑھا دیتا ہے۔ پاکستان میں کیونکہ اکثریت کی رہائش چھوٹے مکانوں پر مشتمل ہے، جن میں ہوا کا گزر قدرے بہتر رہتا ہے، اور باہمی فاصلہ بھی برقرار رہتا ہے، اس



کے ثبت اثرات کی امکانات بہت زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں خواتین کا غیر ضروری طور پر باہر بھیڑ بھاڑ کی جگہوں جیسے کہ بازار وغیرہ میں جانے کا رجحان کم ہے، جس سے آبادی کی کثیر تعداد وبا کے پھیلاؤ سے محفوظ رہتی ہے۔

اس ضمن میں بروقت اور ثابت حکومتی اقدامات نے وبا کی روک تھام میں بھی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نیشنل

کو اور ڈنیشن کمیٹی کا قیام مرکز اور صوبوں کے درمیان باہمی روابط قائم کرنے میں معاون رہا، جس کی وجہ سے سول اداروں اور فوجی وسائل کو بہتر طور پر بروئے کار لایا جاسکا۔ اس کے برعکس امریکہ، بھارت اور بریلی میں قومی سطح پر تعاون کے لئے شروع میں کوئی کمیٹی تشکیل نہیں دی گئی۔ مخصوص بندشوں کے نفاذ جیسا کہ لوگوں کی علاقائی طور پر آمد و رفت کی بندش کے علاوہ سکولوں، شاپنگ مالز، بڑے بازار، اور شادی ہال، میں اجتماعات پر پابندی شامل تھیں۔ دیہاتی اور شہری علاقوں کے درمیان بڑے پیمانے پر آبادی کے انتقال کی روک تھام و وائرس سے بچاؤ کا سبب بنتی۔ اگر کسی ایک وجہ کو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل قرار دیا جائے، اور ہم بھارت اور پاکستان کا موازنہ کریں، تو یہ پہلو سب سے

زیادہ اہمیت کا حامل رہا۔ اس کے برعکس ہندستان میں ناکامی کی سب سے بڑی وجہ بغیر کسی انتباہ اور سفری انتظام کے اچانک بندشوں کا نفاذ تھا، جس کے سبب ایک کثیر آبادی شہروں سے دیہاتی علاقوں کا رخ کرنے پر مجبور ہوئی۔

پاکستان میں وبا کے کم پھیلاؤ کیلئے اول تو اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے، لیکن اس سے ہرگز یہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ آنے والے دنوں میں وائرس کا پھیلاؤ اس سے مختلف صورت اختیار نہیں کرے گا۔ لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وائرس کی احتیاطی تدابیر پر انتہائی توجہ کے ساتھ عمل جاری رکھا جائے، کیونکہ وائرس کا خطرہ ابھی مکمل طور پر ٹلانہ نہیں۔ آئندہ نتائج کا انحصار حکومت کے علاوہ عوام کے ذمہ دار اور یہ پر ہوگا۔

اور وہ ایک ساتھ چل بسے..... ہندوستان افسردہ ہے



"They died together - India grieved"

by Jeffrey Gettleman and Suhasini Raj

(The New York Times International Edition-22 May 2021)

ترجمہ: ملک ندیم احمد لطیف، سلطانہ فاؤنڈیشن

وائر س سے بری طرح متاثر ملک میں جڑواں بھائیوں جو فریڈ اور رافریڈ گریگوری کی ہلاکت بہت افسوسناک واقعہ ہے۔

انہوں نے ایک جیسی زندگی گزاری۔ وہ ایک ہی کالج میں پڑھے۔ ایک ہی یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس میں گرجویش کی۔ وہ ایک جیسا



لباس پہنتے تھے۔ انہوں نے بالکل ایک جیسی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔

یہ جڑواں بھائی شماںی ہندوستان کے دو خوبصورت نوجوان تھے جو

سب سے بڑھ کر ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے۔ گزشتہ ماہ

کووڈ-19 نے ان دونوں کو نشانہ بنایا۔ جب وہ ہسپتال داخل تھے تو

ایسا لگتا تھا جیسے وہ دونوں ایک ہی بیمار جسم کا حصہ ہوں۔ جو فریڈ کے

مرنے کے چند گھنٹوں بعد رافریڈ کی والدہ نے اسے بتایا کہ اس کا بھائی ابھی تک زندہ ہے تاکہ اس اس کا حوصلہ برقرار رہے۔ لیکن

رافریڈ کو احساس ہو چکا تھا کہ اس کا بھائی نہیں رہا۔ اس نے کہا، ”ماں، تم جھوٹ بول رہی ہو۔“ اگلے دن، 14 مئی کو رافریڈ کی بھی

موت ہو گئی۔

ان جڑواں بچوں کی، جو ایک ساتھ جیئے اور ایک ساتھ مرے، دل کو چھو لینے والی کہانی ہندوستانی سوشل میڈیا پر تیزی سے

پھیل رہی ہے، جس نے ملک کے کورونا وائرس سے متعلق اعداد و شمار جیسے کیسز کی تعداد، شرح اموات، انفیکش کی شرح وغیرہ کو پس پشت کر دیا ہے۔

یہ ایسا ملک ہے جس نے بہت کچھ برداشت کیا ہے اور پریشانی کا شکار ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں بھارت میں کیسز کی مجموعی تعداد میں گزشتہ ہفتے کی آئی ہے، لیکن شرح اموات میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بدھ کے روز، بھارت نے ایک ہی دن میں سب سے زیادہ رپورٹ ہونے والی کو وڈا اموات کا عالمی ریکارڈ توڑ دیا یعنی 4529 جو کہ نہایت تشویشناک ہے۔ کورونا وائرس کی وجہ سے ہر ایک منٹ میں تین ہندوستانی ہلاک ہو رہے ہیں۔



اساتذہ تھے۔ یہ خاندان مخلوط درمیانے طبقے کے پڑوس میں رہنے والے چند مسیحیوں میں شامل تھا۔ انہوں نے ایک ساتھ کر کٹ کھیلی، انہوں نے ایک ساتھ مل کر کیرم کھیلا۔ جوفریڈ تین منٹ بڑا تھا۔ لیکن ان میں کوئی بھی بڑے بھائی چھوٹے بھائی والے مسائل نہیں تھے۔ ان کے عرفی نام جوفی اور رافنی تھے۔

ان کے والدین کے علاوہ بہت کم لوگ انہیں الگ الگ پہچان سکتے تھے۔ ان کی جسامت ایک جیسی اور قد چھٹ کے قریب تھے۔ شادی، سالگرہ کی تقریبات اور تمام سماجی تقریبات میں جوفریڈ اور رافریڈ نے نہ صرف ایک ہی جیسے لباس میں ہوتے بلکہ مجھ میں بھی ہمیشہ ایک ساتھ رہتے۔

دونوں کمپیوٹر انجینئر تھے اور حال ہی میں میرٹھ میں گھر سے کام کر رہے تھے۔ 24 اپریل کو وہ دونوں بیک وقت بخار میں بتلا ہو گئے۔ گھروالوں نے عام دواوں کے ساتھ گھر پر ان کا علاج کیا، لیکن ان کی حالت مزید خراب ہونے پر پریشان ہو گئے۔ اپریل کے آخر میں اور مئی کے شروع میں، ہندوستان میں کورونا کی نفیکشن دنیا بھر میں سب سے زیادہ تھی۔

ایک ہی وقت میں بہت سارے لوگ نفیکشن کا شکار ہو رہے تھے، خاص طور پر شمالی ہندوستان میں ہسپتاں میں مریضوں



کے لیے جگہ ہی نہیں ہے۔ نئے آنے والے مریضوں کو والپس بھیجا جا رہا تھا اور وہ گلیوں میں، گھروں میں، اسپتاں کے دروازوں کے باہر، گاڑیوں کی پچھلی نشتوں پر، تازہ ہوا کے لئے ہانپر ہے تھے۔ زندگی بچانے والی آسیجن اور دواوں کی شدید قلت تھی۔ یہ کو وڈا سا ڈراؤنا خواب تھا کہ وبا کی بیماری شروع ہونے کے بعد سے تمام قویں خوف و ہراس کا شکار ہو گئیں۔

اپنے بیٹوں کی علاالت کے ایک ہفتہ بعد، اس خاندان نے اپنے گھر سے قریب ایک اچھی ساکھ والے بھی اسپتال میں جگہ تلاش کی۔ دونوں بیٹوں کا کو وڈ کا ٹیسٹ ثبت آیا اور اسپتال کے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ اس وقت تک یہ بیماری خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ دونوں کو پھیپھڑوں کی خطرناک نفیکشن تھی۔ دونوں کو انتہائی نگہداشت یونٹ میں وینٹیلیٹر لگایا گیا۔ 13 مئی کی صبح، جو بڑا بھائی تھا، اپنی زندگی کی جنگ ہار رہا تھا۔ اس کے والد نے بتایا کہ اس کے خون میں آسیجن کی سطح 48 فیصد رہ گئی تھی۔ جڑواں بچوں کی والدہ سو جا آئی سی یو میں تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے باہر جانے کو کہا اور کچھ منٹ بعد، دو پھر کے قریب، انہوں نے یہ خبر دی کہ جو فریڈ

کی موت ہو گئی ہے۔

والدہ، غم سے مغلوب، پھر واپس آئی سی یومیں رالفریڈ کو دیکھنے کی جو بار بار پوچھتا رہا کہ جو فریڈ کہاں ہے؟ اس کی والدہ نے اسے بتایا کہ اس کے بھائی کو ایک بڑے اسپتال میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس کے والد نے کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ اگر ہم نے اسے بتایا کہ کیا ہوا تو اس کی حالت اور خراب ہو جائے گی۔ لیکن رالفریڈ جانتا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا، ”ماں، آپ نے جھوٹ بولा۔“



اس کے بعد رالفریڈ پریشن میں چلا گیا اور اگلی صبح، بھائی کی وفات کے 24 گھنٹے سے بھی کم وقت بعد، اس کی بھی وفات ہو گئی۔

یہ خبر پھیلتے ہی سرکردہ ہندوستانی اخباروں نے ان کی کہانی شائع کی جس میں دونوں بھائیوں کو ایک جیسا ہی سوت دکھایا گیا تھا۔ ٹیلی ویژن اسٹیشنوں نے بھی ان کی خبریں نمایاں چلائیں۔ حالیہ دونوں

میں ہونے والی ہزاروں اموات میں سے ان دونوں کی موت نے لوگوں کو بہت صدمہ پہنچایا۔ شاید اس لئے کہ یہ جڑوں پر چرف 20 کی دہائی میں تھے اور اظاہر بہت صحمند لگ رہے تھے، یا شاید یہ ان کی قربت تھی جس سے لوگ متاثر تھے۔ ان کی کہانی، اتنی ہی ان کی محبت کی کہانی ہے جتنی کہ ان کی موت کی۔

سوشل میڈیا پر لوگوں نے نہایت افسردہ پیغامات کا تبادلہ کیا۔ ان کے والد کا کہنا ہے کہ اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کا دل اس کے جسم میں پھٹ گیا ہو۔ اس نے کہا، ”میں یہ سوچتا ہوں کہ شاید مجھے انہیں اسپتال نہیں لانا چاہئے تھا۔ مجھے انہیں گھر میں رکھنا چاہئے تھا۔ والدین کی محبت ایسی چیز ہے جو ہسپتال نہیں دے سکتا لیکن یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ یہ ہو سکتا تھا، یا ایسا ہو سکتا تھا۔ اب میرے پچے چلے گئے ہیں۔ میں ہر روز قبرستان جاتا ہوں۔ ایک نیم کے درخت کے نیچے جو فریڈ اور رالفریڈ گر گیوری دو تابوتوں میں دفن ہیں لیکن ایک قبر ہے۔☆“



غربت کے خاتمه میں سنجیدہ منصوبہ بندی کی ضرورت

ریحانہ اکبر ریسرچ آفیسر (نیعم غنی منیر)

بنیادی ضروریاتِ زندگی میں کمی غربت کھلاتی ہے۔ ہر وہ چیز جو انسانی نشوونما کی بہتری کی جانب گامزن ہے امن و امان اور خوشحالی کی نشانی ہے اس کے برعکس ہر وہ چیز جو انسانی نشوونما میں رکاوٹ پیدا کرنے کا ذریعہ ہے وہ انتشار کی علامت ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کی نشوونما اور ایک خوشنگوار زندگی کی طرف بڑھنے کے لئے بنیادی عوامل لازمی جزو ہیں۔

کچھ ماحدی عوامل جو انسانی نشوونما پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں ان میں انسان کی بنیادی ضروریات ہیں جو اگر صحیح طریقے سے میسر ہوں تو نشوونما میں خلل نہیں آتا جبکہ ان سے محرومی زندگی میں Disruption پیدا کرتی ہے۔ غربت سے جنم لینے والے مسائل انسان کی تمام زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔



ایک فلاجی ریاست میں عوام کو روئی، کپڑا، مکان، تعلیم، صحت، انصاف، جان و مال کا تحفظ، روزگار اور دیگر بنیادی ضروریات فراہم کرنا ریاستی ذمہ داری ہے، مگر اس تناظر میں پاکستان کا جائزہ لیں تو ہماری

3.24 فیصد آبادی (تقریباً 5 کروڑ 10 لاکھ افراد) آج بھی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان میں سے 76 لاکھ افراد انتہائی غربت کا شکار ہیں۔

غربت بڑھنے کی بنیادی وجہ سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام ہے، اس نظام کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اکثریت غریب ہوتی ہے اور ملک کے وسائل پیداوار پر ایک مخصوص اقلیتی طبقے کا قبضہ ہوتا ہے، غربت کے خاتمے اور ہر انسان کو ایک باعزت زندگی گزارنے کا حق دینے کا واحد راستہ تو سرمایہ داری اور جاگیر داری کا مکمل خاتمہ کر کے ایک عوامی انقلاب کے ذریعے عوام کی حکومت قائم کرنا ہے۔

دوسری وجوہات کے ساتھ ساتھ کرپشن اور بدعنوی کی وجہ سے گزشتہ چند ہائیوں سے غربت بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ غربت کی بنیادی وجہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس کے سبب امیر، امیر ترین اور غریب غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہمارے سیاسی قائدین غربت مکاؤ پروگرام کا محض نعرہ لگاتے ہیں اس سے پیدا ہونے والے معاشی بحران کی نہ ہی انھیں نوعیت معلوم ہے اور نہ ہی کیت۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی نشوونما میں حائل غربت جیسے ناسوں کی کمیت و کیفیت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے اسباب اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا تجزیہ کرنا ہے اور غربت کے خاتمے کے لیے انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ ہماراالمیہ یہ ہے کہ اس وقت جب دنیا آنے والے سوالوں کے لیے منصوبہ بندی کر رہی ہے بقیتی سے ہمارا قومی ایکنڈا کرپشن اور دہشت گردی کے خاتمے کے ٹارگٹ میں الجھ کر رہ گیا ہے جبکہ غربت، تعلیم صحت اور طرزِ حکمرانی جیسے موضوعات ہنگامی حالات کی وجہ سے پس منظر میں دھکیلے جا چکے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گزشتہ ایک دہائی میں غربت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ یہ یقیناً ایک بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ایک مسئلے کے کئی حل موجود ہوتے ہیں اس چیلنج کا سب سے بڑا حل غور و فکر کے ذریعے اس کے تدارک میں حائل رکاوٹوں کا احاطہ کرنا ہے۔

ایسی سخیدہ کوششیں وقت کی اولین ضرورت ہیں، کیونکہ غربت، کے باعث ہی پاکستان ہرگز رتے دن سماجی و اقتصادی تنزلی کی دلدل میں ڈھنس رہا



ہے اور حکومتی، اشرافی، ابلاغی ذمہ دار لوگ اس معاشی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پالیسی ساز سطح پر اور سماجی سطح پر غربت کے چیلنج سے نہیں کے لیے ضروری ہے کہ غربت اور غریبوں کی واضح تعریف کی جائے، غربت کا درست اندازہ لگایا جائے اور غریبوں کی تعداد معلوم کی جائے اور ان کی درجہ بندی کی جائے۔ غربت سے نجات کے ضمن میں جو اقدامات ضروری ہیں ان میں سماجی اقدار میں تبدیلی،

غریبوں، امیروں کے مروجہ رویے اور پالیسی سازوں کے رویوں کی تبدیلی شامل ہیں۔

مسئلے کی وضاحت اور درست اندازے کے بعد اگلا قدم ان وجوہات و عوامل کی نشاندہی ہو گا جو غربت پیدا کرنے اور پھر اس کی افزائش کا باعث بننے ہیں۔ ان وجوہات و عوامل کو دور کر کے ہی غربت کے چیلنج سے نہیں جا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں چند گمگیہر مسائل ایسے ہیں جو محض تقریروں اور تحریروں سے ختم نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے ضرورت ہے کہ مسئلہ کی پوری تحقیق کر کے صحیح صورت حال کا تجزیہ کر کے مسئلہ کے حل کے لیے عملی اقدامات کئے جائیں۔



انٹرویو

میڈم غزالہ سرور (پرنسپل پرائمری سکول)

سلطانہ فاؤنڈیشن 1990 میں صلاح فکر ٹرست کے زیر اہتمام قائم ہوئی۔ 30 سال کے سفر میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو تعلیمی و تربیتی پروگرام شروع ہوا تھا اس میں صحت عامہ کا بھی پروگرام شامل تھا۔ آج ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ 6 ہزار سے زائد طلباء اور طالبات یہاں پر ہنرمندی سیکھ رہے ہیں۔ یہاں پر پرائمری سے لے کر ایم اے تک کلاسز لگتی ہیں۔ یہاں پر اپیشل بچوں کا سکول ہے۔ یہاں سٹریٹ چلڈرن کا سکول ہے۔ یہاں ٹینکنالوجی سکھائی جاتی ہے۔ یہ فاؤنڈیشن کا 30 سالہ سفر ہے اس سفر میں بہت سے لوگ شریک ہوئے۔ کچھ بہت آغاز میں تھے کچھ درمیان میں شامل ہوئے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن میں پرنسپل محترمہ غزالہ سرور صاحبہ سے اسی سلسلے میں گفتگو کی گئی جو نذر قارئین ہے۔ (امید)



سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول میں کلاس کا منظر

ماہنامہ امید: آپ نے سلطانہ فاؤنڈیشن کو کب جوان کیا؟

میڈم غزالہ سرور: بسم اللہ الرحمن الرحيم بہت شکر یہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن کے سفر میں، میں 2006 میں داخل ہوئی۔ بطور پرنسپل پرائمری سکول

اور مجھے یہاں تقریباً 16 سال ہو گئے اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے یہ سفرگزرتا گیا یہ منازل طے کرتے گئے اور مجھے کچھ ذاتی ذمہ داریاں بھی دی گئی اور فاؤنڈیشن کے بانی ڈاکٹر نعیم غنی صاحب نے مجھے اپنی ٹیم میں شامل کیا اور ایک ریسرچ سنٹر کا آغاز کیا جس کی آج کل میں اضافی ذمہ داریاں بطور ڈائریکٹر بھاری ہوں۔

ماہنامہ امید: اچھا یہ بتائیے گا آپ نے ڈاکٹر نعیم غنی صاحب کے ساتھ 16 برس کام کیا اُن کی شخصیت کے بارے میں آپ کچھ تاثرات بھی دیں۔

میڈم غزالہ سرور: ڈاکٹر صاحب کے ساتھ 16 برس کام کیا لیکن براہ راست جو کام کا موقع ملا وہ 8 سال کام کیا اس دوران ان سے بہت کچھ سیکھنے کا مجھے موقع ملا اور ان کی شخصیت کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جو شاید دوسرے لوگوں کو معلوم نہیں ہوں گے۔ بہت ساری چیزیں میرے ساتھ Discuss کرتے تھے۔ ایک چیز جو میں اکثر محسوس کرتی تھی کہ وہ بہت توجہ سے دوسرے لوگوں کی بات سنتے تھے اور جب تک کوئی مخاطب اپنی بات مکمل نہ کرتا اُس کی بات میں کوئی خلل نہیں ڈالتے تھے اور پوری بات مکمل ہونے پر اپنا جو مشورہ ہے جو جائز ہے وہ پیش کرتے اور یہ چیزیں میں نے ان سے سیکھی ہے کہ ایک بندے کی بات سنی جائے پھر جواب دیا جائے۔ ان کے اندر بہت زیادہ برداشت تھی۔ اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت ان کے اندر بہت زیاد تھی۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ہمارے بچوں کے اندر بھی یہ صلاحیت ہوئی چاہیے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہماری ترقی کی راہ میں یہ کمی ہے کہ ہم فیصلہ لینے میں بہت وقت لگاتے ہیں اور اسی میں ہمارا کافی نقصان ہوتا ہے۔



پرائمری سکول میں سٹوڈنٹس کلاس لے رہی ہیں

ماہنامہ امید: آپ کو کیا Bottom لائیں بتاتے تھے کیا ان کا مقصد یہی تھا کہ بس تعلیم کا سلسلہ جاری رہے۔ وہ بچوں کے اندر کیا دیکھنا چاہتے تھے؟

میڈم غزالہ سرور: وہ تعلیم کو بنیادی حیثیت دیتے تھے لیکن اُس سے پہلے تربیت کے اوپر ان کا بہت زیادہ فوکس تھا۔ ”تعلیم و تربیت“ میں انہوں نے ترتیب چینچ کر دی تھی وہ ”تربیت و تعلیم“ پر زور دیتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ بچے کی تربیت پہلے ہوتی ہے اور تعلیم کا سفر تو آہستہ آہستہ چلتا رہتا ہے۔ تربیت بچے کے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ ہمارا ایک سلسلہ تھا مال کا مدرسہ بچے کی ابتدائی تربیت وہاں سے شروع ہوتی ہوئی پرائمری سکول تک آتی ہے۔ اسی طرح بچے کی شخصیت کے مختلف پہلو نمایاں ہوتے چلتے جاتے ہیں۔ اس لیے ان کی خواہش تھی کہ بچے کے اندر نہ صرف اُس کی تربیت کو بہت اہمیت دی جائے بلکہ اُس کے اندر مختلف صلاحیتوں کو بھی اُجاگر کیا جائے۔ بچوں کی صلاحیتوں کو بھی جانے کی کوشش کی جائے جس کی Base پر ہم بچوں کی تعلیم

کو اور بہتر کر سکیں۔

ماہنامہ امید: آپ جس سکول کی پرنسپل ہیں کیا آپ نے اُس سکول میں ڈاکٹر صاحب کے افکار میں بچوں کو ڈھالا ہے؟

میڈم غزالہ سرور: جی ہاں پچھلے 16 سال سے میں پرائمری سکول میں پرنسپل کے طور پر کام کر رہی ہوں ہم نے نہ صرف بچوں کی تعلیمی صلاحیتوں کو بہتر کرنے کی کوشش کی بلکہ ہمارے پروگرام میں بچوں کی تربیت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ ہماری پلانگ ہوتی ہے بچوں کی Activity کروائی جاتی ہے بچوں کو Lesson دیئے جاتے ہیں اور بچوں سے عملی طور پر باقاعدہ Discussion کی



پرائمری سکول میں ٹیچر امتحان لے رہی ہیں

جاتی ہے اور ڈاکٹر صاحب کی خواہش تھی کہ پرائمری سکول میں ایک خصوصی پیریڈ ہونا چاہیے جس میں بچے کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے۔ اُن کی Communication سکلنر کو اجاگر کیا جائے اس کے لیے ہم نے باقاعدہ بچوں کے ٹائم ٹیبل میں ایک Period مختص کیا ہوا ہے۔ جس میں بچے بات

چیت کرتے ہیں Improve Communication Skills کو Improve Ethics کو کرتے ہیں بچے کی

کرنے کے لیے اُن میں اپنی Values اجاگرنے کے لیے ٹیچر روزانہ کی بنیاد پر بچوں کے ساتھ اچھی بات شیئر کرتے ہیں۔

ماہنامہ امید: کیوں لوگ اپنے بچے آپ کے پرائمری سکول میں داخل کروائیں کیا Difference ہے؟

میڈم غزالہ سرور: یہ ہے کہ Parents جانتے ہیں کہ یہاں کا ماحول بہت اچھا ہے، بچوں کو بہت شفقت اور محبت سے تعلیم دی جاتی ہے اور اُن کی بہت زیادہ کیسر کی جاتی ہے۔ صرف کتابی تعلیم پر فوکس نہیں کیا جاتا بلکہ بچوں کو تعلیمی و تفریحی ہر طرح کی سرگرمیاں کروائی جاتی ہیں۔ مختلف مقابلے کروائے جاتے ہیں۔ جس سے میرا خیال ہے کہ طلباء و طالبات کا خود اعتمادی کالیوں بہت اچھا ہے۔ ہم

اپنے بچوں کو کہیں بھی کسی فورم میں پیش کر سکتے ہیں وہ بہت Confidence سے اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ امید: میڈم آخر میں میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بچے یہاں آتے ہیں وہ بڑے Humble Background کے

گھروں سے ہوتے ہیں۔ تو آپ کہتی ہیں کہ ان کے اندر خود اعتمادی بہت ہوتی ہے یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ لوگ کیا کرتے ہیں کہ ان کے

اندر Confidence لیوں بہتر کرتے ہیں؟

میڈم غزالہ سرور: ممکن ہے۔ ہر بچے کے اندر صلاحیتیں ہوتی ہیں اور مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ آپ نے بچے کو Opportunity کتنی دی۔ ہم

اپنے بچوں کو Opportunities دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ چیز ہے کہ اگر ہم کوئی بھی Competition یا کوئی بھی Activity

کرواتے ہیں، ہمارا فوکس نہیں ہوتا چند بچے جو زیادہ بہتر ہیں یا Above Average ہیں، ہم ان کو موقع دیں۔ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے

ہے کہ ہمارے ہر پروگرام میں Below Average سے لے کر Above Average تک ہر بچہ شامل ہو۔ پھر ہمارے ٹیچرز کی یہ کوشش ہوتی ہے

کہ ہر کلاس میں ہر بچے کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو Activity میں شامل کیا جائے۔ ان کی تعریف کی جائے اور ان کو بار بار موقع

دیا جائے۔ اس سے ان کے اندر بولنے کی یا کسی چیز میں حصہ لینے کی خواہش کافی زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔

ماہنامہ امید: رزلٹ کے حوالے سے آپ کا لیوں کیا ہے؟

میڈم غزالہ سرور: الحمد للہ ہمارے سکول کا رزلٹ بہت اچھا آتا ہے۔ اور پرائزی سکول کلاس 5th کے جو بچے ہیں وہ فیڈرل ڈائریکٹوریٹ

آف ایجوکیشن کے تحت سنٹر لائز Exams جو ہوتے ہیں اس میں بھی شامل ہوتے ہیں اور 100% رزلٹ بھی دیتے ہیں۔ بہت سارے

بچوں کا سکالر زشپ بھی آتا ہے۔ 2012ء میں ہماری بچی نے فیڈرل بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کی تھی اور پرائیویٹ سکولز میں اول

پوزیشن حاصل کی تھی۔

آپ کے سکول میں Strength بچوں کی اور شاف کی Strength کیا ہے؟	ماہنامہ امید: استاذ ایڈیٹر: بیگ راج
---	-------------------------------------

میڈم غزالہ سرور: اس وقت موجودہ طلباء و طالبات کی تعداد 1060 ہے اور شاف کی تعداد 45 ہے۔	کیرہ میں: نعمان پرویز
--	-----------------------

بزمِ نونہال

حاصل اس کا یہ ہے کہ ہمارا نہ ہب ہمیں ہر طرح سے صاف و شفاف رکھنا چاہتا ہے اور ظاہری صفائی کا بھی اس کے ہاں اہتمام کیا جاتا ہے جتنا باطن کی صفائی کا اور حقیقت یہ ہے کہ ظاہری پر اگندگی دل و دماغ کو بھی پر اگنڈہ، میلا، کچیلا کر دیتی ہے۔

حیا سمیع، جماعت پنجم (گرین)
سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول

بکری اور رسی

شیخ سعدی بیان فرماتے ہیں ”میں نے دیکھا کہ ایک شخص بکری کی رسی ہاتھ میں تھامے چلا جا رہا تھا اور بکری اس کے پیچھے پیچھے یوں چلی آرہی تھی جیسے اس بات کی کچھ پرواہی نہ ہو کہ اس کے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ یہ بکری تیرے پیچھے پیچھے اس لیے چل رہی ہے کہ اس کی گردن میں رسی بندھی ہوئی ہے میری یہ بات سن کر اس شخص نے بکری کی گردن سے رسی کھول دی۔ آزاد ہو کر بکری کچھ دیرا دھر ادھر اچھلتی رہی لیکن وہاں سے بھاگی نہیں وہ شخص بولا“ اے سعدی! یہ بکری بظاہر تو اس رسی کی وجہ سے میرے ساتھ تھی جو اس کی گردن میں بندھی ہوئی تھی لیکن حقیقت میں اسے اس احسان کی رسی نے میرا مطیع بنایا ہے جو اچھا دانہ پانی دینے کی صورت میں میں اس کے ساتھ کرتا ہوں۔ احسان کی رسی سے مضبوط کوئی رسی نہیں۔

مریم یوسف، جماعت سوم (یتلو)

سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول

اچھی باتیں

ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔
کبھی کسی کی چیز نہیں چوری کرنی چاہیے۔
دوسروں کی مدد کرنی چاہیے۔



آج کی بات: میں اکثر طلباء کو کہتی ہوں کہ وہ پڑھائی پر کم اور دعاوں پر زیادہ یقین رکھتے ہیں، بلاشبہ والدین اور دیگر احباب کی دُعاوں میں اثر ہے لیکن یاد رکھیے کہ یہ دُعا میں صرف اس وقت قبول ہوں گی جب آپ محنت کریں گے۔ بغیر محنت اور عمل کے دُعا میں قبول نہیں ہوا کرتیں۔ طلباء کے لئے سب سے بہترین دُعا یہ ہے ”ربی زدنی علما“ ترجمہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرم۔ کچھ طلباء نقل پر یقین رکھتے ہیں کہ امتحان میں نقل سے پاس ہو جائیں گے تو وہ بھی غفلت کا شکار ہیں امتحانات میں نقل کرنے والے طلباء زندگی میں کبھی کامیاب انسان نہیں بن سکتے۔ جو افراد محنت کو اپنا شعار بناتے ہیں کامیابیاں ان کے قدم چوتی ہیں اور اللہ بھی انہی کی دُعا میں قبول کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے آپ ان بالتوں پر توجہ دیں گے اور عمل بھی کریں گے۔ آپ کی باری: رفتہ رشید

فرمانِ مصطفیٰ

”پاک رہنا انسان کا آدھا ایمان ہے“
انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے اور ایمان کا کامل درجہ ان دو چیزوں کی پاکی سے حاصل ہوتا ہے۔ دل کی صفائی اور پاکیزگی تو سچے خیالات سے ہوتی ہے کہ دنیا کا خالق اور ہمارا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور آپ اس کے آخری نبی ہیں۔

اگر دل نے ان سچائیوں کو قبول کر لیا تو انسانی ذات کا آدھا حصہ یعنی قلب پاک ہو گیا تو انسان نصف ایمان والا ہو گیا اور جب قلب کی پاکیزگی بھی اختیار کر لی یعنی اپنے جسم کو صاف سترہ رکھا گیا تو گویا نصف ایمان اور حاصل ہو گیا، اب قلب اور قلب دونوں پاکیزہ صاف سترے ہو گئے جو تکمیل ایمان کی علامت ہے اسی لیے حدیث شریف میں ظاہری پاکی کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے۔

شاگرد: دودھ اور گوشت
ٹیچر شاباش: اب بتاؤ بھینس کیا دیتی ہے؟
شاگرد: تنگ آکر بولا آپ خود جا کر پوچھ لیں

میرے مولا میرے داتا

میرے مولا میرے داتا ہر اک کا ہے تجھ سے ناتا
ساری دنیا تو نے بنائی پھولوں اور سچلوں سے سجائی
جنگل اور پہاڑ بنائے باغوں میں پھل پھول لگائے
تو نے ہی انسان بنائے تو نے ہی حیوان بنائے
علم سکھانے والا تو ہے عقل بڑھانے والا تو ہے
ہم کو سیدھی راہ دکھادے نیک بنا دے ایک بنا دے
مل جل کر ہم کام سنواریں نام پہ تیرے جان کو واریں
ہم محتاجوں کے کام آئیں بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائیں
میرے مولا میرے داتا سب ہیں تیرے تو ہے سب کا
ایمان راشد جماعت سوئم بلیو
سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول

Cleanliness

Cleanliness is an Excellent habit . It is taught to us by our parents ' teachers and elders. There is also a famous proverb saying:

"Cleanliness

is next to godliness"

We must keep our environment clean . We should keep dirtiness away as it has terrible effects on our health Also we should not litter at home' schools' roads' parks etc.

وقت پر سکول آنا چاہیے۔ ☆
بڑوں کا کہنا مانا چاہیے ☆
بڑوں کی عزت کرنی چاہیے ☆
ہمیشہ صاف رہنا چاہیے ☆

ہر کام وقت پر کرنا چاہیے ☆
نمایز پڑھنی چاہیے ☆
ہر کام شروع کرنے سے پہلے دعا کرنی چاہیے ☆
مصعب خرم سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول

اقوال زریں

کوئی بر انہیں قدرت کے کارخانے میں

(علامہ اقبال)

تمہاری اصل ہستی تو تمہاری سوچ ہے

باتی تو صرف ہڈیاں اور گوشت ہے

(مولانا جلال الدین رومی)

لکھنا نہیں آتا تو میری جان پڑھا کر

ہو جائے گی تیری مشکل آسان پڑھا کر

(علامہ اقبال)

لطیفے

ٹیچر:- خون کے الگ الگ گروپ کیوں ہوتے ہیں؟
سٹوڈنٹ:- تاکہ مچھروں کو مختلف فلیور پینے کے لیے مل سکیں۔

ڈاکٹر سردار سے: بچے کو پانی دینے سے پہلے ابال لیا کریں۔

سردار: ڈاکٹر صاحب وہ تو ٹھیک ہے لیکن اپالنے سے بچہ مر تو نہیں جائے گا؟



ٹیچر: مرغی ہمیں کیا دیتی ہے؟

شاگرد: گوشت اور انڈے

ٹیچر شاباش: اب بتاؤ بکری کیا دیتی ہے؟

تعلیم کی اہمیت

تعلیم کسی قوم یا معاشرے کا ایک اہم اثاثہ ہے قوم و ملک کی ترقی کا انحصار تعلیم پر ہے۔ تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب مرد ہو یا عورت کی بنیادی ضرورت ہے۔ یہ انسان کا حق ہے جو کوئی نہیں چھین سکتا۔ دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق کرنے والی چیز تعلیم ہی ہے۔ تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے۔ تعلیم انسان کا کردار سنوارتی ہے اور اُس کا رتبہ معاشرے میں بلند کرتی ہے۔ تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بڑھتی ہے۔ انسان کو اشرف الحلقات کا درجہ تعلیم کی وجہ سے ہی ملا ہے۔ تعلیم کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"

نام: طیبہ گل

جماعت: چہارم "بلیو"

Cleanliness is not a necessity but a way of life . Both personal hygiene and clean surroundings promote healthy living . Being aware how to maintain Cleanliness is very important just like a child takes its first steps and learns to walk.

Haya Sami

Class: 5th Green

Sultana Foundation Primary School

Name; Muhammad Zaid Rehman

Class: 4 Yellow

Roll No: 07





اخلاص

اجروثواب خلوص سے ملتا ہے
تحریر: قیصر ریاض (نعمت غنی منش)

پس منظر

انسان کی زندگی عمل سے مر ہون ہے۔ عمل کی حیثیت جزو کلیدی کی ہے۔ قدرت نے انسان کو عمل کے معاملے میں با اختیار بنایا ہے لیکن



انسان کے عمل کی درجاتی جانچ کے لئے اخلاص و ریاض کو بھی پیدا کیا گیا۔ عمل کی قبولیت میں جس عنصر کی اہمیت ہے وہ اخلاص ہی ہے۔ اخلاص کیا ہے اور عمل کی قبولیت میں اس کی اہمیت کیوں ہے یہ غور طلب امر ہے۔

انسانی وجود بے شک متعدد حسیات کا حامل اور امتزاج عقل و شعور ہے لیکن اس کا تشکیل و تکمیل با قاعدہ تربیت و تعلیم سے ہی ممکن ہے۔ عصری تعلیم کی

اہمیت اپنی جگہ مگر انسان کے لئے علوم و رموز باطنیہ کا علم ہونا بھی ضرورت میں سے ہے۔ ایک انسانی شخصیت کو اعتدال کی جہت سے روشناس ہونا جس قدر ضروری ہے اسی قدر انسان کے وجود کو احساس و جذبات کی کیفیات کا مترجم ہونا بھی ضروری امر ہے۔ چونکہ انسانی عمل میں اخلاص بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

نیت اور اخلاص

نیت عمل کی اساس و بنیاد ہے۔ یہ وہ ستون ہے جس پر انسان کے ہر عمل کا دار و مدار ہے کیونکہ نیت عمل کی روح اور اس کا قائد و رہبر ہے اور عمل نیت کے تابع ہوتا ہے۔ ہمارے عمل کی صحت و خرابی نیت کی صحت و خرابی پر موقوف ہے۔ نیک نیت سے توفیق اور بد نیت سے رسوانی حاصل ہوتی ہے۔

اخلاص کو سمجھنے کے لئے نیت کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص نیت کی حقیقت سے ہی واقف نہ ہو بھلا اس کی نیت کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور جو اخلاص کی حقیقت نہ جانتا ہو وہ نیت کو صحیح کرنے میں کیسے مخلص ہو گا۔ نیز وہ شخص جو صداقت کے معنی نہ جانتا ہو وہ اپنے نفس سے کیسے صدق کا مطالبہ کریگا۔

نیت کی تعریف

نیت ارادہ اور قصد ہم معنی الفاظ ہیں اور یہ ایک دلی کیفیت اور صفت ہے جسے علم و عمل نے گھیر رکھا ہے۔

نیت کی حقیقت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں علم نیت سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ علم نیت کی اصل اور اسکی شرط ہے اور عمل نیت کے بعد ہوتا ہے کیونکہ نیت کے تابع اور اسکی شاخ ہے۔ چنانچہ ہر عمل یعنی حرکت اور سکون تین باتوں سے پورا ہوتا ہے 1۔ علم 2۔ ارادہ اور 3۔ قدرت۔ اس لئے کہ انسان اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جس کا اسے علم ہوا اور جب تک ارادہ نہ ہو عمل نہیں کرتا اور ارادے کا مطلب یہ ہے کہ دل اس کام کو کرنے کے لئے بالکل تیار ہو جسے وہ اپنی غرض کے موافق سمجھتا ہے چاہے فی الحال ہو یا مستقبل میں۔

اچھی نیت کے بغیر عمل کرنا صرف مشقت اور اخلاص کے بغیر نیت کرنا ریا کاری ہے کیونکہ صدق کے بغیر اعمال محض گرد و غبار کے ذرات ہیں۔ اخلاص کا تعلق دل سے ہے یہ دل پر وارد ہوتا ہے اور دل ہی اس کا محل ہوتا ہے۔ جب عمل کی طرف ابھارنے والا محرك صرف ایک ہوتا اس کی وجہ سے جو فعل صادر ہو گا وہ خالص ہو گا۔

اعمال کا مقصد

تقویٰ دل کی صفت ہے اور دل چونکہ تمام جسم سے افضل ہے اس لئے اس کا عمل دیگر اعضاء کے عمل سے افضل ہونا چاہیے اور اس کا تقاضا ہے کہ دل کے اعمال میں سب سے افضل نیت ہو اور اعضاء کے ذریعے عمل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دل نیکی کا ارادہ کرنے کا عادی ہو جائے اور اس کا جھکاؤ بھلانی کی طرف پختہ ہو جائے۔

اخلاص کی حقیقت کیا ہے؟

اخلاص دراصل ایک حس باطنیہ ہے جو کہ عمل کو نہ مل و شفاف بنانے میں انسانی معاون ہے اس کے برعکس ریا ہے جو کہ عمل کی قبولیت میں رخنے کی مانند ہے۔

اخلاص کا لفظ خلوص یا خلوص سے اخذ ہے جس کے معنی ہیں صاف ہونا (purity) یا کسی بھی آمیزش سے پاک ہونا۔ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اس عمل سے فقط اللہ کی رضا مقصود ہو۔

مخلاص کی پہچان

اعمال کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط اخلاص ہے مگر بد قسمتی سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ہمارے اعمال میں اخلاص بہت ہی کم

ہوتا جا رہا ہے، شہرت اور نام و نمود کی چاہت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اگر ہم یہ جانا چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال میں اخلاص ہے یا نہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی نیت اور کیفیت پر غور کریں کہ عمل کرتے وقت ہماری نیت کیا ہوتی ہے اور عمل کے بعد ہماری کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اخلاص کی ایک پہچان یہ ہے کہ: "خلاص وہ ہے کہ جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے اسی طرح اپنی نیکیوں کو چھپائے"۔ چنانچہ بارگاہ خداوندی میں صدقہ و خیرات کی قبولیت کا سبب مال کی کثرت یا قلت نہیں بلکہ اخلاص کی دولت ہے۔ کوئی راہِ خُدا میں کم خرچ کرے یا زیادہ اگر اس میں خلوص نہیں تو اسے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اگر اس میں خلوص ہوگا تو اس کے اجر و ثواب کا باغ ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے گا، کیونکہ اخلاص میں بڑی برکتیں ہیں۔ اخلاص نصرت و مدد الٰہی دنیا اور آخرت میں بلندی درجات کا سبب ہے۔ تفسیرِ بغوی میں ہے کہ مومن مخلص کے اعمال کی ایک مثال یہ ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہترز میں کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با اخلاص مومن کا عمل، صدقہ اور انفاق چاہے کم ہو یا زیادہ اللہ عزوجل اس کو بڑھاتا ہے۔

اخلاص کے ثمرات

- اخلاص ہدایت میں اضافہ کا سبب ہے۔
- اخلاص درجات میں بلندی کا سبب ہے۔
- لوگوں میں نیک نامی اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔
- دل کا اطمینان اور نیک بخشی کا احساس ہوتا ہے۔
- دل (نفس) میں ایمان کی تزکین و آرائش ہوتی ہے۔
- مخلص لوگوں کی صحبت و ہم نشیق کی توفیق ملتی ہے۔

حضرت سیدنا شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول کچھ یوں ہے کہ نعمت کا اتمام یہی ہے کہ دودھ صاف خالص آئے اور اس میں خون اور گو بر کے رنگ و لبو کا نام و نشان نہ ہو، ورنہ نعمت تام نہ ہوگی اور طبع سلیم اس کو قبول نہ کرے گی۔ تو اسی طرح جیسی صاف نعمت پر پور دگار کی طرف سے پہنچتی ہے بندے کو لازم ہے کہ وہ بھی پور دگار کے ساتھ اخلاص سے معاملہ کرے اور اس کے عمل ریا اور ہوا نے نفس کی آمیزشوں سے پاک ہوں تاکہ شرف قبول سے مشرف ہوں۔

الحمد لله! تعمیر انسانی کا جو مشن ڈاکٹر نعیم غنی اور ان کی ٹیم نے شروع کیا تھا وہ اپنی روح کے مطابق پوری رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن اپنے مشن میں مزید مخیر خواتین و حضرات کی شمولیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ فاؤنڈیشن جس انسانی اور فلاہی مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے اس میں آپ لوگوں کی شمولیت ادارے کے لئے باعث تقویت ہے۔ (ڈاکٹر نعیم غنی ڈاکٹر یکشرا یڈمنسٹریشن)

عطیات

اپریل، مئی 2021

محترمہ عائشہ و سیم

ٹرست ممبر

محترمہ مسز صدیقہ نعیم، اسلام آباد	روپے 200,000	روپے 50,000	دختر اے وی ایم ایم والی خان (مرحوم)، کراچی
-----------------------------------	--------------	-------------	--

محترمہ مسز عائشہ معین الدین و فیلی، اسلام آباد	روپے 3,000	روپے 3,000
--	------------	------------

محترمہ مریم ندیم خان معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد	روپے 10,000	روپے 100,000
---	-------------	--------------

محترمہ فاطمہ ندیم خان معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد	روپے 10,000	روپے 50,000
--	-------------	-------------

محترمہ ماہار شد بٹ معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد	روپے 50,000	روپے 100,000
---	-------------	--------------

محترم بریگیڈر (ر) ممتاز حسین، راولپنڈی	روپے 5,000	روپے 25000
--	------------	------------

محترم امان الرحمن، دبئی UAE	روپے 100,000	روپے 30,000
-----------------------------	--------------	-------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 3000	روپے 200,000
--------------------	-----------	--------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 100	روپے 7,600
--------------------	----------	------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 10,000	روپے 10,000
--------------------	-------------	-------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 25,000	روپے 25,000
--------------------	-------------	-------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 10,000	روپے 5,000
--------------------	-------------	------------

فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 5,000	روپے 15,000
--------------------	------------	-------------

نقد عطیات

محترمہ ڈاکٹر سامعہ احمد، اسلام آباد	روپے 100,000
-------------------------------------	--------------

محترمہ ڈاکٹر سامعہ احمد، اسلام آباد	روپے 50,000
-------------------------------------	-------------

محترم عبد الصمد خٹک معرفت تنوری اقبال، اسلام آباد	روپے 100,000
---	--------------

محترم مناہید عزیز، اسلام آباد	روپے 25000
-------------------------------	------------

محترمہ شانزے رائے معرفت مسٹر جبل، اسلام آباد	روپے 30,000
--	-------------

محترمہ مسز ہناء احسان، اسلام آباد	روپے 200,000
-----------------------------------	--------------

محترم مبارک الہی، اسلام آباد	روپے 7,600
------------------------------	------------

محترم مشتاق احمد، اسلام آباد	روپے 10,000
------------------------------	-------------

محترم اشرف، اسلام آباد	روپے 25,000
------------------------	-------------

محترمہ مسز بریگیڈر رفیقہ محمد، اسلام آباد	روپے 5,000
---	------------

محترم شاہ نواز طارق، اسلام آباد	روپے 15,000
---------------------------------	-------------

**Account No's
for
Donation**

Soneri Bank Ltd 20005255978 (Br. Code 0160) Title: Sultana Foundation

National Bank 3008674758 (Br. Code 2067) Title: Islah e Fikr Educational & Welfare Trust

روپے 25,000	محترم محمد فیروز الدین احسان، اسلام آباد	روپے 1,200	محترم صلاح الدین احمد، اسلام آباد
روپے 100,000	محترم امین بلاں و مسزیں بلاں معرفت عذر ام سعود، اسلام آباد	روپے 25,000	محترم اعجاز محمد USA
روپے 5,000	فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 100,000	محترم پرویز احمد بٹ، اسلام آباد
روپے 100,000	فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 20,000	محترم ڈاکٹر عامر ندیم معرفت چوہدری شوکت علی، اسلام آباد
روپے 15,000	فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 20,000	محترمہ مسٹر شریا اسلام آباد
روپے 25,000	فرینڈز آف فاؤنڈیشن	روپے 100,000	محترمہ مسٹر ھنادی ندیم معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد
زکوٰۃ		روپے 25,000	محترم ڈاکٹر ایم بی کیانی، اسلام آباد
روپے 20,000	محترم حاجی منیر احمد، پشاور روڈ	روپے 25,000	محترم سکاڈرن لیڈر شاہد نواز، اسلام آباد
روپے 3,000	محترم سرور حسن، اسلام آباد	روپے 10,000	محترم عبدالکریم خادم، اسلام آباد
روپے 1,000,000	محترم صداحم سرور ھی، اسلام آباد	روپے 30,000	محترم میجر جزل (ر) سرفراز اقبال، راولپنڈی
روپے 40,000	محترم ڈاکٹر سلیمان سعید ملک، اسلام آباد	روپے 10,000	محترم حاجی منیر احمد، پشاور روڈ
روپے 20,000	محترم شیخ امداد الحق، اسلام آباد	روپے 40,000	محترم زاہد یوسف صراف، اسلام آباد
روپے 20,000	محترمہ زگس ہاشمی، اسلام آباد	روپے 60,000	محترمہ مسٹر عذر ام سعود، اسلام آباد
روپے 60,000	محترمہ ڈاکٹر عظیمی خان معرفت ڈاکٹر انعام الرحمن، راولپنڈی	روپے 50,000	محترمہ سلمی مسعود، اسلام آباد
روپے 10,000	محترم انجینئر چوہدری نور احمد، اسلام آباد	روپے 50,000	محترم حسن مسعود، اسلام آباد
روپے 25,000	محترمہ نسیم بھٹی، اسلام آباد	روپے 50,000	محترمہ طاہرہ فاروق و فاروق تھیڈ، اسلام آباد
روپے 5,000	محترم ڈاکٹر خورشید احمد، اسلام آباد	روپے 50,000	محترمہ ڈاکٹر ساجد یوسف صراف، اسلام آباد
روپے 75,000	محترم عرفان مرزا، راولپنڈی	روپے 3,000	محترمہ عائشہ سیم دختراء وی ایم (ر) ایم والی خان (مرحوم)، کراچی
روپے 25,000	محترم محمود اختر شیخ، اسلام آباد	روپے 25,000	محترمہ لینا سلیم معظم معرفت چوہدری شفیق الرحمن، اسلام آباد

روپے 20,000	محترم میاں محمد جاوید، اسلام آباد	روپے 10,000	محترم عمیر محمود شیخ، اسلام آباد
روپے 15,000	محترمہ نبیلہ کیانی، پرائمری سکول سلطانہ فاؤنڈیشن	روپے 200,000	محترمہ مسز عالیہ فہد، اسلام آباد
روپے 50,000	محترمہ مسز نجمہ قادر، اسلام آباد	روپے 100,000	محترم ڈاکٹر پرویز شیخ، راولپنڈی
روپے 50,000	محترم بریگیڈر رفضل قادر، اسلام آباد	روپے 10,000	محترمہ ڈاکٹر ارم صدیقی، اسلام آباد
روپے 500,000	محترم ریزا یار مرل (ر) خالد محمود اختر و ناصید ارشد، اسلام آباد	روپے 375,000	محترم محمد عرفان انور شیخ، اسلام آباد
روپے 50,000	محترمہ ڈاکٹر سلمی عزیز غنی معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد	روپے 40,000	محترم چوبہری اظہر سعیانی، لاہور
روپے 25,000	محترمہ مسز شناگ گوہیر، اسلام آباد	روپے 2,000	محترم محمد فضل، اسلام آباد
روپے 200,000	محترمہ مسز کلثوم خالد انور، اسلام آباد	روپے 3,000	محترمہ مسز عائشہ معین الدین و فیصلی، اسلام آباد
روپے 50,000	محترم عمر خالد انور، اسلام آباد	روپے 200,000	محترمہ ڈاکٹر محمد عزیز غنی معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد
روپے 25,000	محترم محمد عالم میاں، اسلام آباد	روپے 20,000	محترم پروفیسر ڈاکٹر منور احمد، اسلام آباد
روپے 50,000	محترم سلمان گوہیر، کراچی	روپے 50,000	محترمہ ڈاکٹر سلمی عزیز غنی معرفت انجینئر عزیز غنی، اسلام آباد
روپے 2,000	محترم میجر ضیاء الحسن بٹ (ر)، راولپنڈی	روپے 23,000	محترم عرفان مرزا، راولپنڈی
روپے 15,000	محترمہ مسز زاہدہ اسلام، اسلام آباد	روپے 200,000	محترم شیخ محمد امین، اسلام آباد
روپے 5,000	محترم ریحان شیخ، اسلام آباد	روپے 168,000	محترم حاجی شیخ محمد لطیف، اسلام آباد
روپے 50,000	محترم کریم (ر) محمد نجم منظور، راولپنڈی	روپے 100,000	محترم چوبہری شوکت علی، اسلام آباد
میٹر میل عطیات		روپے 6,000	محترمہ رفت لطیف، اسلام آباد
متفرق گھر بیوی اشیاء	محترمہ نرگس ہاشمی، اسلام آباد	روپے 50,000	محترم بریگیڈر محمد عرفان نوید (ر)، اسلام آباد
متفرق گھر بیوی اشیاء (پرانی)	محترمہ ناصید عزیز، اسلام آباد	روپے 25,000	محترمہ مسز سلمی یوسف رضا، اسلام آباد

تعلیمی کفالت میں حصہ دار بنئے!

الحمد لله! تعمیر انسانی کا جو مشن ڈاکٹر نعیم غنی اور ان کی ٹیم نے شروع کیا تھا وہ اپنی روح کے مطابق پوری رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن اپنے مشن میں مزید مخیر خواتین و حضرات کی شمولیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ فاؤنڈیشن جس انسانی اور فلاحی مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے اس میں آپ لوگوں کی شمولیت ادارے کے لئے باعث تقویت ہے۔ (ڈاکٹر نعیم غنی ڈاکٹر یکٹر ایمنٹیشن)



Student Sponsorships

School Students	Monthly	Annual
Girls College Students	Rs: 1,600/-	Rs: 19,200/-
Science/Commerce – College Students	Rs: 2,100/-	Rs: 25,200/-
Institute of Technology Students	Rs: 2,400/-	Rs: 28,800/-
M.Com Students (Masters)	Rs: 2,400/-	Rs: 28,800/-
Special School Students	Rs: 5,000/-	Rs: 60,000/-
Vocational Students	Rs: 3,200/-	Rs: 38,400/-
Street Children Education Student	Rs: 2,000/-	Rs: 24,000/-
Nursing/Assistant Health Officer Student	Rs: 1,300/-	Rs: 15,600/-
	Rs: 3,000/-	Rs: 36,000/-

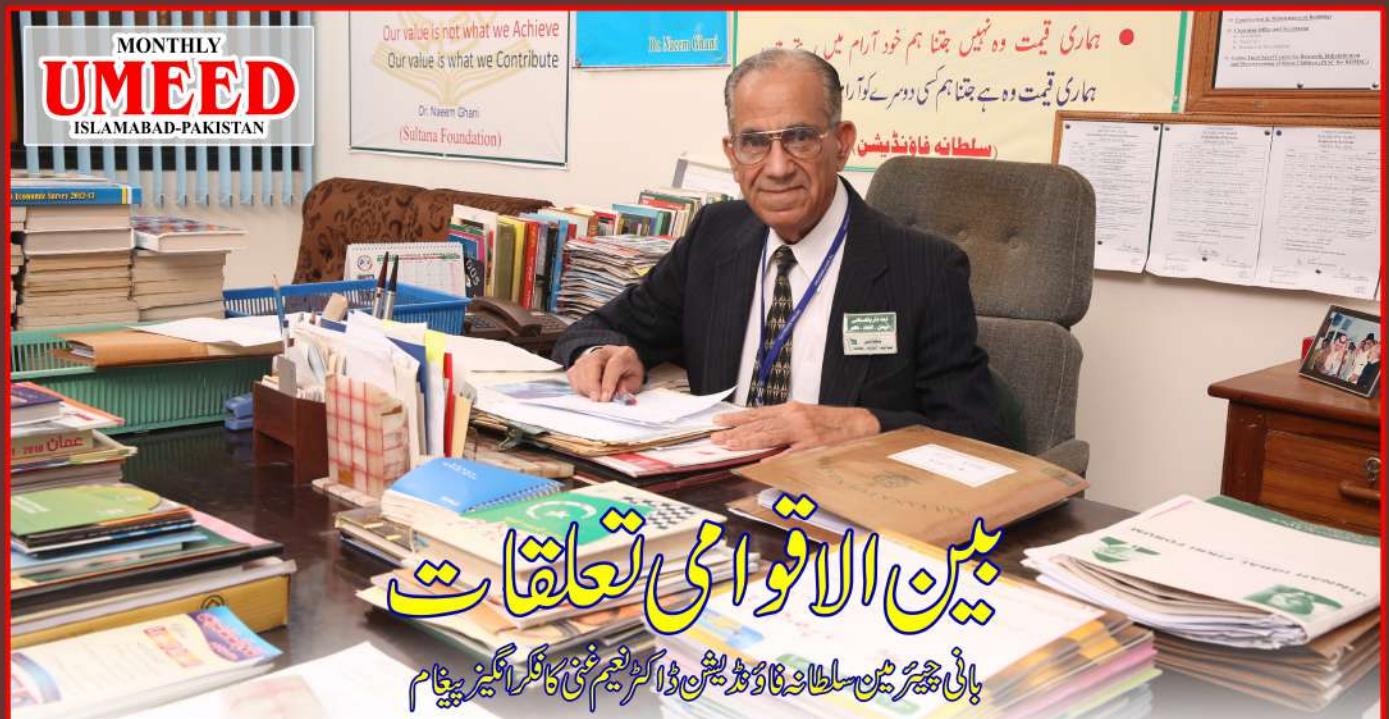
Till Matric
1-4 years
1-4 years
1-3 years
1-2 years
Till Matric
1 Year
Till Primary
1 Year

Take your part in this National Responsibility - Enable the future generations with Education

Accounts

Title: Sultana Foundation
A/C# 20005255978 (Branch Code: 0160)
IBAN: PK02SONE0016020005255978
Soneri Bank Limited

Title: Islah-e-Fikr Educational & Welfare Trust
A/C# 3008674758 (Branch Code: 2067)
IBAN: PK31NBPA2067003008674758
NBP - National Bank of Pakistan



بین الاقوامی تعلقات

بانی جمیع میں سلطانہ فاؤنڈیشن ڈاکٹر نعیم غنی کا فکر انگیز پیغام

پہلے بین الاقوامی تعلقات میں تجارتی اہداف سیاست کی راہیں متعین کرتے تھے لیکن اب شیکنا لو جی میں تیز رفتار نمو سے ایک نیا وسیلہ استعمال کیا جا رہا ہے اور وہ ہے جنگ بطور بنس۔ اب سیاست اور تعلقات فرضی دشمن اختراع کرنے پر بنی ہوتے ہیں کہ جنگ کس طرح جاری رکھی جاسکے۔

صنعتی تہذیب کا تصویر دشمن اب یہیں کہ ان کی اقدار کو کسی دوسری تہذیب سے خطرہ ہے بلکہ اب دشمن وہ ہے جو انکی تہذیب اور اس کے اطوار کو قبول نہیں کرتا۔ عالمگیریت کے تین ستون امریکہ، یورپ، جاپان ہیں جو کہ دنیا کی 10 فیصدی آبادی ہیں۔ اقتصادی عالمگیریت میں غرب کے اعلان شدہ ارکان فری مار کیٹ، فری کرنیز اور خ کاری ہیں اور کچھ غیر اعلان شدہ ارکان ہیں جن میں سرحدی جنگیں، سول سوسائیٹیز میں اسلحی بھرما، نجی جنگ ہیں۔ ٹھیکیدار ان سب ارکان نے مل کر دنیا کو میدان بیچارگی، پُر خوف اور بے تحفظ بنادیا ہے۔ سرمایہ داری طغیان میں انسان ہیچ اور بے وقت ہو کر رہ گیا ہے یا اس کو بطور کھاد استعمال کیا جاتا ہے اور بھوئے کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ باوجود بے پناہ فوجی، اقتصادی اور شیکنا لو جیکل طاقت کے آج ٹھنکتی تہذیب کا مقدار باسی بھی مضطرب ہے۔ اس کے اضطراب کی کم از کم دو وجہات ہیں۔

ایک تو باوجود کثیر مادی محاصل کے وہ ایک کلیدی عنصر کو نظر انداز کر رہا ہے کہ انسانی خوشگواری تعاون (Compassion) میں ہے نہ کہ مسابقت (Competition) میں۔ انسانی نشوونما امن و عدل میں ہے نہ کہ جنگ و جدل میں۔ دوسرے وہ ایک اور خوف میں مبتلا ہے کہ دنیا میں وہ شفاقتیں جو انسانی اخلاقیات اور برادریت کو اہمیت دیتی ہیں کہیں وہ اس کی حاصل کردہ معاشی فوپیت کو بے وقت نہ کر دیں۔ ان میں اسلامی تہذیب پیش پیش ہے جو کہ برادریت کا نعرہ دیتی ہے حالانکہ اسلامی تہذیب خود یہ ہدف حاصل نہیں کر سکی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی نمونہ بناسکی ہے۔

1990®
Islah-e- Fikr Educational & Welfare Trust®
Mission Human Development



NAEEM GHANI CENTER
Media & Publication Cell

Sultana
Foundation

